Can be had from;--
RAJPAL MANAGER Saraswati Ashram LAHOR

گھر کا سکھ

یا

گرہست پریم (ہندی) کا اردو ترجمہ

مؤلف و پبلشر

سنت رام بی۔ اے

نومبر ۱۹۲۵ء

مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام بابو گوپال داس پرنٹر چھپا

بار اوّل قیمت ایک روپیہ چار آنہ
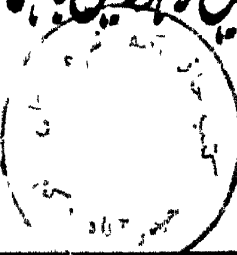
فہرست مضامین

نمبر	مضمون	نمبر صفحہ
۱	التماس	۳
۲	ڈاکٹر سٹارلنگ کی چٹھی	۷
۳	دیباچہ	۸
۴	مصنّف کا دیباچہ	۱۳
۵	دِل کی خواہش	۲۰
۶	رنگ میں بھنگ	۲۸
۷	عورت کی ناموافقت	۴۰
۸	بُنیادی دھڑکن	۶۱
۹	باہمی موافقت	۷۹
۱۰	نتیجہ	۱۰۸
۱۱	حلیمی اور رسیلا پن	۱۲۳
۱۲	برہمچریہ	۱۳۳
۱۳	اولاد	۱۴۱
۱۴	صحبت	۱۶۲
۱۵	شاندار انکشاف	۱۶۵

کام شاستر یعنی علم مباشرت کے مشہور عالم پنڈت کوک اپنی لاثانی تصنیف "رتی رہسیہ" کی تمہید میں لکھتے ہیں۔ کہ پرماتما کے گیان سے پیدا ہونے والے بڑے آنند کی مانند ہمبستری کی راحت کو (مباشرت کے دقیق فن کی عجیب و غریب باتوں کو) نہ سمجھنے والا احمق آدمی نہیں جان سکتا۔ جو مرد کام شاستر میں بیوقوف ہے۔ فن مباشرت کے اصولوں کو نہیں جانتا۔ اور اس وجہ سے مختلف قسم کی عورتوں۔ خصلتوں۔ خصوصیتوں اور کسی خاص مُلک میں پیدا ہونے کے باعث اُن کے خاص وصفوں۔ حرکتوں جذبوں اور اشاروں کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ جوان اور حسین عورت کو پاکر بھی اس کی جوانی کے مزے سے محروم رہتا ہے۔ اگر کسی بندر کے ہاتھ میں ناریل دے دیا جائے۔ تو کیا وہ اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے"؟

پنڈت لکوک (جسے غلطی سے کوکا پنڈت کہا جاتا ہے) کا کہنا سولھوں آنے سچ ہے۔ کام شاستر کا صحیح علم نہ ہونے سے آج بیشمار عیالداروں کی زندگی تلخ بن رہی ہے +

محبت جسے سنسکرت میں "رتی" کہتے ہیں۔ ایک بہت بڑی طاقت ہے اس کے بغیر دُنیا میں کسی بھی جاندار کی ہستی ایک لمحہ کے لئے بھی ممکن نہیں۔ یہ محبت تقریباً سب کہیں موجود ہے۔ گورو۔ دیوتا اور اپنے سے بڑوں کے ساتھ بھی محبت بھگتی یعنی عقیدت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ بیٹا وغیرہ اپنے سے چھوٹوں کے بارے میں اس کا نام پیار ہو جاتا ہے۔ دوست وغیرہ ہم عمروں کے ساتھ یہ دوستی کی صورت اختیار کرتی ہے۔ اسی طرح عورت اور مرد کے باہمی تعلق میں بھی عشق بن جاتی ہے +

اس دُنیا کی بُنیاد عورت اور مرد کا تعلق ہے۔ اس تعلق کو پاکیزہ رکھنے والی بھی محبت ہے۔ اسی محبت کی بدولت سیتا اور رام دُنیا کے سامنے بیوی اور خاوند کا ایک قابلِ تقلید نمونہ بن سکے تھے سنسکرت کے ملک الشعرا شری بھوبھوتی اپنے اوتر رام چرت میں محبت کا بیان اس طرح کرتے ہیں:۔

"سُکھ اور دُکھ دونوں میں جو دل کی پیاری آرامگاہ ہے۔ جو سب طرح سے مرغوب اور دلپسند اوصاف والی ہے۔ جس کی خوبصورتی اور منوہرتا کو کبھی بڑھاپا زائل نہیں کرسکتا۔ وہ جوں جوں بڑھتی ہے۔ توں توں زیادہ گھنی اور زیادہ راحت بخش ہوتی جاتی ہے۔ جو موقعہ آنے پر سب تامل کو چھوڑ کر پریم میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہو جاتی ہے۔ دُنیا میں ایسی نایاب محبت والی بیوی کسی خوش

قسمت کو ہی نصیب ہوتی ہے"+

اس نہایت ضروری علم پر پرانے رشیوں تک نے کتب تصنیف کی تھیں وہ اسے انسانی زندگی کو راحت بخش بنانیکا ایک بڑا ذریعہ سمجھتے تھے۔ کچھ دیر سے مغربی عالموں نے اس طرف توجہ دینا شروع کیا ہے۔ ہیولاک ایلیس فورل۔ کرافٹ ایبنگ وغیرہ محققوں نے اسے اپنے مطالعہ کا مضمون بنایا ہے۔ اور اس پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی لکھ ڈالی ہیں۔ اس وقت انگلینڈ میں کام شاستر کی ماہر شریمتی میری کارمائیکل سٹوپس ہیں۔ آپ کتنی بڑی عالم ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کے نام نامی کے ساتھ لگی ہوئی ڈگریوں سے ہوسکتا ہے+ آپ ڈاکٹر آف سائینس لنڈن۔ ڈاکٹر آف فلاسفی میونچ۔ فیلو آف یونیورسٹی کالج لنڈن۔ فیلو آف دی رائل سوسائٹی آف لٹریچر اور لنئن سوسائٹی لنڈن ہیں۔

آپ نے کام شاستر میں بہت سی نئی تحقیقات کی ہے۔ اور اس تحقیقات کی بنیاد پر کئی مفید کتابیں لکھی ہیں۔ مگر آپکی سب سے اعلےٰ تصنیف "میرڈ لو" ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۲۶ مارچ ۱۹۱۸ء کو شائع ہوئی تھی۔ اور جنوری ۱۹۲۵ء تک اسکے ۱۶۔ ایڈیشن نکلے۔ ان سات برسوں میں ۴۷۱۵۰۰ کاپیاں انگریزی میں بکیں۔ اسکے علاوہ اسکا یورپ کی دس زبانوں یعنی فرانسیسی۔ ڈینش۔ سویڈش۔ جرمن۔ ڈچ۔ پولش ہنگرین۔ زیچ۔ سپینش اور رومانئن میں ترجمہ ہوا۔ اس سے اس بات کا اندازہ آسانی سے ہوسکتا ہے۔ کہ یہ کتاب کتنی مفید اور کتنی مقبول عام ہے۔ میں نے اسی بیش قیمت کتاب کا اردو ترجمہ "گھر کا سکھ" کے نام سے کیا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ ہمارے شادی شدہ نوجوان مرد اور عورتیں اس سے فائدہ اٹھانیکی کوشش کرینگی۔

انکو اسمیں بہت سی قیمتی واقفیت ملیگی - جیسے پانچ پانچ چھ چھ بچوں کے ماں باپ اور اپنے کو تجربہ کار عیالدار سمجھنے والے مرد اور عورتیں بھی نہیں جان پائیں - میرا یہ دعویٰ ہے - کہ پُرانے شادی شدہ جوڑوں کو بھی اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی کئی غلطیوں کا پتہ لگیگا - اور وہ انکو ٹھیک کر کے اپنی زندگیوں کو سُکھی بنا سکینگے +

جو لوگ کام شاستر یعنی علم مباشرت کو فحش اور چال چلن کو بگاڑنے والا سمجھکر چھی چھی کیا کرتے ہیں - انہیں بھی اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے - اس کے مطالعہ سے انہیں یقین ہو جائیگا - کہ کام شاستر ایک باقاعدہ اور خلق خدا کو فائدہ پہنچانے والا علم ہے - اسکا مقصد جذبۂ شہوت کو بیفائدہ بھڑکانا نہیں - بلکہ شادی شدہ جوڑوں کی زندگیوں کو قدیم بزرگوں کے تجربہ کی مدد سے راحت بخش بنانا ہے +

مجھے اپنے ترجمہ کے متعلق بھی دو چار الفاظ کہنے ہیں - یہ کتاب علمی ہے - اُردو اور ہندی میں چھپے ہوئے کوک شاستروں کی مانند اسمیں بیہودہ گپیں نہیں - اسلئے اسکی زبان کا علمی اور فلسفیانہ ہونا ضروری ہے - اصل انگریزی کتاب کے فقرے بڑے بڑے لمبے اور پیچیدہ ہیں - کوئی کوئی فقرہ تو دس دس سطروں میں بھی ختم نہیں ہوتا - دوسرے جگہ جگہ پر استعارے بھرے پڑے ہیں - اسلئے جس کو کام شاستر کی پہلے سے تھوڑی بہت واقفیت نہ ہو - وہ انگریزی کا اچھا علم رکھنے پر بھی اسکی ماہیت کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتا - لہذا میں نے کئی جگہوں پر فٹ نوٹ دیکر مضمون کو واضح کرنیکی کوشش کی ہے +

میری یہ کتاب اصل کا لفظی ترجمہ کہی جا سکتی ہے - زبان کی آراستگی کیلئے میں نے مصنف کے خیالات کو توڑنا مروڑنا مناسب نہیں سمجھا - ترجمہ میں میں نے اس بات کا دھیان رکھا ہے - کہ مصنف جو کچھ کہنا چاہتی ہے - وہ اُسی کے الفاظ میں رکھا جائے - جن فقروں کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا - اُن کا لفظی ترجمہ میں نے جُوں کا توں دیدیا ہے - سمجھدار ناظرین اپنی تیز عقل سے ان کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں - محض انگریزی جاننے سے انکو کوئی بھی شخص واضح نہیں کر سکیگا - ذرا بغور مطالعہ کرنے سے انکا مفہوم سمجھ میں آجائیگا +

اسکا مطلب یہ نہ سمجھا جائے - کہ ساری کی ساری کتاب پیچیدہ اور استعارہ کی زبان میں ہے - صحبت پر جو باب ہے - اسکی بہت سی باتوں کا تعلق انگریزوں کی سوسائٹی سے ہے - مگر جتنی جاننے کے لائق نئی اور مفید باتیں ہیں - وہ سب نہایت سادہ الفاظ میں دی گئی ہیں - صرف فلسفانہ خیالات کو ہی پیچیدہ زبان کا لباس پہنایا گیا ہے

پروفیسر آئی ایچ سٹارلنگ - سی - ایم - جی ایم -
ڈی - بی - ایس - ایف - آر - ایس - پروفیسر فزیالوجی
لنڈن یونیورسٹی کی چھٹی

یونیورسٹی کالج
گوور سٹریٹ - لنڈن - ڈبلیو - سی -
۲۳ نومبر ۱۹۱۷ء

ڈیر ڈاکٹر سٹوپس
جس قسم کا مشورہ آپ دیتی ہیں - اس کی بہت ضرورت ہے - کتنا بھی ہو انسان کی عام عقل مجلسی اخلاق کا فیصلہ کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہے - اور علم الاجسام کے سب سے اعلےٰ درجہ کے کام یعنے اولاد پیدا کرنے کا عمل سکھانے کی ویسی ہی ضرورت ہے - جیسی کہ خورد و نوش وغیرہ کی قسم کے معمولی کاموں کے سکھانے کی - فرق صرف اتنا ہے کہ اول الذکر حالت میں تعلیم کا کام ذرا بڑی عمر کے لیئے ملتوی کیا جا سکتا ہے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں - کہ اولاد پیدا کرنے کا علم کسی قسم کے تجربہ کے ذریعہ حاصل کرنے کی نسبت جو عموماً ہمیشہ ہی پر از نقائص ہوتا ہے اور جو افراد اور کنبہ کی صحت کے لئے پر از خطر ہے تعلیم کے ذریعہ حاصل کرنا بہتر ہے -

راجیہ کے لیئے یہ بات بڑی اہم ہے - کہ رعایا کی شادیاں اولاد - راحت اور قابلیت ہیں - (اور ان تینوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے) بار آور ہوں -

اگر آپ کی کتاب اس مقصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہوئی - تو آپ کی محنت رائگان نہیں گئی ::

آپ کا
(آرنسٹ - ایچ - سٹارلنگ)

(از قلم جناب مس جیسی میری - ایم - بی - بی - ایس -)

اس چھوٹی سی تصنیف میں ڈاکٹر میری سٹوپس نے ان مضامین پر قلم اٹھائی ہے۔ جن کو کھلے الفاظ میں بیان کرنے سے لوگ عموماً گھبراتے ہیں۔ کئی نرم طبیعت لوگ شاید اعتراض کریں۔ کہ اس قسم کا صاف اور صریح ذکر نقصان دہ ہے اور ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے بندگان نفس امارہ کی بری خواہشات بھڑک اٹھیں۔ یہی خوف ہے۔ جس نے اتنی دیر تک عورت اور مرد کی ہم بستری کے پاک طریقوں کو راز اور خاموشی کے پردہ میں چھپائے رکھا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ خاموشی حد اعتدال سے بڑھ تو نہیں گئی؟ کیا یہ اتنی زیادہ تو نہیں ہو گئی۔ کہ جس غرض کے لئے (یعنے عوام کے اخلاق کی حفاظت کے لئے) یہ اختیار کی گئی تھی۔ وہ غرض ہی مفقود ہو جائے؟ اکثر لوگ ایسے ہیں جو ایسے سوالات کا جواب بلا تامل ہاں میں دیتے ہیں لیکن انسانی زندگی کا حقیقی علم انکو اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ خاموشی اختیار کرنے سے بھی اتنا ہی نقصان ہے۔ جتنا اظہار

حقیقت سے۔ ساری بات کا انحصار تو اس امر پر ہے۔ کہ مضمون کا ذکر کس پیرایہ میں کیا جاتا ہے۔

جو لوگ اس قسم کی کسی کتاب کے شائع ہونے پر اس وجہ سے برا مناتے ہیں۔ کہ بدخیال لوگوں کو اس سے عیش پرستی کا ساماں ملجائے گا۔ ان کو صرف اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ ایسا سامان کئی رسالوں۔ بداخلاق ناولوں۔ ناٹک اور سینماؤں میں پہلے ہی کافی مقدار میں پایا جاتا ہے اور بڑے بھدّے اور اخلاق کو بگاڑنے والے طریق سے پیش کیا جاتا ہے۔ ایسے بدباطن لوگوں کو ان باتوں کے ایک بالکل نئے ڈھنگ میں ملنے سے جن سے کہ وہ پیشتر سے بخوبی واقف ہیں۔ فائدہ ہی ہوگا۔

برخلاف اس کے ایسے بھی بہت سے راستی پسند اور نیک دل نوجوان ہیں۔ جو شادی کی ذمہ واریوں اور انکے پورا کرنے کے طریق کو جاننا چاہتے ہیں۔ کتنے تھوڑے لوگ ہیں۔ جن کو اس مضمون کا معمولی سا بھی علم ہے۔ ان میں سے پھر اور بھی کتنے تھوڑے ہیں۔ جن کو یہ معلوم ہے کہ جس امداد کی انہیں ضرورت ہے۔ وہ کس طرح اور کہاں سے ملسکتی ہے۔

وہ واقفیت حاصل کرنے کے ان بھدّے اور ناپاک ذرائع کو تو جو باآسانی انہیں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن انہیں انکے پاس جانے میں تامل ہوتا ہے جنہیں وہ دھرماتما اور شرمیلے خیال کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان سے اس معاملہ میں حقیقی واقفیت بہت کم حاصل ہوگی اور جو حاصل بھی ہوگی۔ وہ اتنے پردوں میں چھپی ہوگی

کہ اس سے وہ چنداں فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

ڈاکٹر سٹوپس نے ایسے متلاشیوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے لوگ بلا شبہ انکی تصنیف کا تہ دل سے خیر مقدم کریں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب انہیں ان بیشمار غلطیوں سے بچانے کا کام دے گی۔ جو کثیر التعداد میاں بیویوں کی راحتوں کو انکی شادی کے شروع سالوں میں ہی تباہ کر ڈالنے کا کام کرتی ہیں۔ اگر یہ کتاب اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکی۔ تو بھی بلا شبہ بڑے کام کی چیز ہوگی۔ لیکن اس سلسلہ میں اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھنے والی جو بات ہے وہ ہے بچے پر پڑنے والا اثر۔ تمام ممالک میں بچوں کے متعلق ذمہ داری کا احساس فی زمانہ بڑھ رہا ہے۔ ان کی جسمانی اور روحانی تعلیم و تربیت کے سوالوں کیطرف لوگوں کی توجہ دن بدن زیادہ کھچی چلی جا رہی ہے۔ اچھی اولاد پیدا کرنے کے علم (یوجنکس) کے جاننے والے۔ ماہران تعلیم۔ ماہران طب سیاست دان۔ خیر خواہان دنیا۔ یہاں تک کہ معمولی درجہ کے والدین بھی ان چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے معاملات پر بحث اور غور و خوض کرتے رہتے ہیں۔ جن کا بچوں کی نشو و نما کے ساتھ تعلق ہے۔ اس امر کو تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بچے کی زندگی کے پہلے سات سال کا زمانہ بہت نازک زمانہ ہوتا ہے۔ انہیں سالوں میں انکے اچھے یا برے مستقبل کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ انہیں سالوں میں بچے کی نازک طبیعت پر نہایت گہرے اور ایسے امٹ اثرات آجمتے ہیں۔ جو اس زندگی میں دور نہیں ہو سکتے۔

اس لئے بچے کی عمر کا یہی زمانہ ہے۔ جس میں والدین اس کی زندگی کی اندرونی نوازیخ میں اہم ترین کام کر سکتے ہیں۔ یہ کام وہ زبانی مشورہ تنبیہ یا حکم کے ذریعہ سیدھے طور پر سکھا کر اتنا نہیں کر سکتے۔ جتنا کہ ان دیگر لطیف اثرات کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ جو زبان کے لہجہ یا چہرے کے اظہار سے ٹپکتے ہیں۔ جتنا چھوٹا بچہ ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اس پر انکا اثر پڑے گا۔ یہ بات نہیں کہ والدین کی حرکات کا اثر بچے پر اسی حالت میں پڑتا ہے۔ جب وہ حرکات اس کے لئے ہی خاص طور پر کی جائیں۔ بلکہ اس حالت میں بھی پڑتا ہے۔ جب والدین سمجھتے ہیں۔ کہ بچے کا دھیان ہماری طرف نہیں۔ مثلاً جب وہ بستر پر لیٹ رہا ہے۔ تصویر دیکھنے میں مست ہے۔ یا کسی اور کھیل میں مصروف ہے۔ تب بھی اس کی موجودگی میں ان کی آپس کی حرکات اس پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔

کیا یہ بہت زیادہ اہمیت کی بات نہیں۔ کہ یہ ابتدائی اثرات بہت ہی اچھی قسم کے ہونے چاہئیں۔ تب کیا ہمیں ان تمام باتوں کا جنپر کہ یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ خیر مقدم نہ کرنا چاہیئے؟ ہمارے خیال میں یہ باتیں اگلی نسل کے ذیروح گہوارے کو خوبصورتی اور ہم آہنگی سے بھرنے میں اتنی ہی معاون ہیں۔ جتنی کہ محبت اور باہمی سمجھوتا۔

انسان کے ادنےٰ اور اعلےٰ رجحانوں ابتدائی حیوانی خصلت اور اعلےٰ اخلاقی ترقی میں جو قدیم زمانہ سے جنگ چھڑی چلی آ رہی ہے وہ ہر ایک انسان میں ہر ایک شادی میں از سر نو شروع ہوتی ہے۔

ہمیں یہ بھی زیادہ صاف طور سے جان لینا چاہیئے۔ کہ اعلیٰ کے ذریعہ ادنیٰ کو کبھی باہر نہیں نکالا جاتا۔ اور نہ کبھی اسے باہر نکالنا ہی چاہیئے۔ بلکہ اسے ایک خاص حالت میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جب تک ایک یا دوسرے حصہ کو دبایا جاتا ہے یا اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ تب تک کسی بھی سچی ہم آہنگی کی امید نہیں کی جا سکتی۔

ڈاکٹر سٹوپس نے بایولوجی (علم الحیات) کے متعلق کئی اہم اشارے دیئے ہیں۔ ان کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے۔ مثلاً انکا اصول ہے۔ کہ مستورات میں قدرتاً جماع کی خواہش کا کال چکر (دورہ) ہوتا ہے۔ اب اس اصول کی تائید یا تردید کرنے کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ لیکن میرا اپنا مشاہدہ یقیناً اس کی تصدیق کرتا ہے۔

(جے۔ ایم۔ ایم)

مصنّف کا دیباچہ

سُکھی گھروں کی جتنی آج کمی ہے۔ اتنی پہلے کبھی نہ تھی سب مجھے توقع ہے۔ کہ ان کی تعداد میں اضافہ کر کے میری یہ تصنیف ملک کی خدمت کرے گی۔ اس کتاب کا مقصد شادی کی خوشیوں کو بڑھانا اور یہ دکھلانا ہے۔ کہ غم و الم کس قدر مقدار میں دور کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ کی قومیت کے لئے واحد یقینی بنیاد اس کے افراد کو شادی کے ذریعہ ملا کر ایک کر دینا ہے۔ لیکن اگر کثیر التعداد شادی شدہ جوڑے دُکھی ہوں۔ تو قوم کی بنیاد کے کھوکھلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

آج کل اس ملک کے خصوصاً درمیانہ درجہ کے لوگوں میں شادی جتنی باہر سے راحت بخش معلوم ہوتی ہے۔ دراصل اس سے بہت کم ہے۔ بہت سے لوگ جو خوشی کی امید سے شادی کرتے ہیں۔ زیادہ تر مایوس نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رہائی کی پکار ہر طرف سے سنائی دیتی ہے لیکن جو لوگ اس طرح بلکتے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ عموماً اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ کہ انکی اس رنجیدہ حالت کی وجہ اتنا "شادی کی قید" نہیں جتنا کہ انکی اپنی جہالت ہے۔

شادی کو راحت بخش بنانا آسان کام نہیں۔ خود غرض اور بزدل آدمی کے لئے تو یہ اور بھی مشکل ہے۔ الغرض علم کی ضرورت ہے۔ اور موجودہ حالت کے مطابق جنکو اس علم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہی اس سے زیادہ تر محروم ہیں۔

عورت اور مرد کے باہمی تعلقات کے مسائل لامحدود طور پر پیچیدہ ہیں اور انکے حل کے لئے ہمدردی اور علمی تحقیقات کی سخت ضرورت ہے۔

اب مجھے عورت اور مرد کے فرائض کے بارہ میں بعض ایسی باتیں بیان کرنی ہیں۔ جو شاید آج تک کسی نے بیان نہیں کیں۔ جو عورتیں اور مرد اپنے بیاہوں کو سکھی بنانے کی توقع رکھتے ہیں۔ ان کے لئے یہ باتیں بڑی اہم ہیں۔

اس کتاب میں کسی خاص ریسرچ (کھوج) کے نتائج کا بیان نہیں بلکہ طویل اور پیچیدہ تحقیقاتوں کے سیدھے نتائج کو آسانی سے سمجھ میں آ جانے کے قابل طریق سے پیش کرنے کی یہ ایک کوشش ہے۔ اس کے صاف بیانات کی بنیاد کثیر التعداد نئے مشاہدوں ہر ایک قسم اور درجہ کی عورتوں و مردوں کی بیان کردہ قابل اعتبار باتوں اور وسیع مطالعہ سے حاصل کردہ سچائیوں پر ہے۔

شادی کے قدیم ترین مسائل کے متعلق میرے اپنے مضامین زیادہ تر چوتھے یا پانچویں اور آٹھویں باب میں ملیں گے۔ باقی ابواب میں وہ باتیں ہیں جنکے متعلق میرا خیال ہے۔ کہ وہ شادی کی پوشیدہ خوبیوں اور

صداقتوں کی صاف تصویر ہیں۔

تمام کی تمام کتاب بڑے آسان طریق سے لکھی گئی ہے۔ تاکہ معمولی علمیت کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

تاہم اس میں کئی ایسے مشاہدے ملیں گے۔ جو ان لوگوں کے لئے بھی نئے ہیں۔ جنہوں نے ہمبستری اور فزیالوجی (علم الاجسام) کے مضامین پر علمی تحقیقات کی ہے۔ ان مشاہدوں کو کسی دوسری کتاب میں زیادہ تشریح کیساتھ اور علمی زبان میں شائع کرنے کا میرا خیال ہے۔

عورت اور مرد کے فرائض کے متعلق بہت سی تصانیف میں انسانی بے قاعدگیوں اور انحرافوں کے بیانات کی بھرمار رہتی ہے۔ یہاں میں ان پر بحث نہیں کروں گی۔ اور نہ لاعلاج طور پر دکھی شادیوں سے پیدا ہونے والی مشکلات کو میں سلجھاؤں گی۔

شادی شدہ زندگی کے اور بھی کئی مسائل ہیں۔ جنکا اس کتاب میں ذکر نہیں۔ مثلاً نویں باب میں شادی کے دوسرے یا تیسرے سال کی اہم مشکلات پر بحث۔ ان مشکلات پر میں نے دیگر دو کتابوں میں بحث کی ہے ان میں سے ایک کا نام تو ہے نورانی مادریت - Radiant Mother-

Wise Parenthood اور دوسری کا دانا ولدیت hood

اوّل الذکر کتاب ان کی امداد کے لئے ہے۔ جن کے بچہ ہونے والا ہے۔ موخر الذکر میں حمل کو روکنے کا بہت ہی مختصر بیان ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ضبط تحریر میں لائی گئی ہے۔ جن کو اس بات کا علم نہیں۔

کہ ماں کو آرام دینے کے لئے کس طرح خاص وقفہ کے بعد اولاد پیدا کرنی چاہیئے۔ اس سے وہ لوگ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جن کو مذکورہ بالا باتوں کا تو پتہ ہے۔ لیکن جو اس کے لئے عوام میں مروج اکثر نقصان دہ طریقوں کو استعمال میں لاتے ہیں۔ تعلیم یافتہ لوگوں وسائینسدانوں ڈاکٹروں اور وکیلوں کے لئے میں نے حال میں گربھ نروھ اس کے سدھانت اور ریتی" نام کی ایک بڑی کتاب لکھی ہے۔

موجودہ کتاب میں جوان مردوں اور عورتوں کے کام شاستر سے تعلق رکھنے والے یعنی عام جنسی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ انہیں ایک دوسرے کی قدرتی فطرت کا غالباً بہت کم علم ہوتا ہے۔ اگلے اوراق ان لوگوں کے لئے لکھے گئے ہیں (اور خواہشات شہوانی کو ابھارنے والی تصانیف اور ناولوں کے باوجود بھی انکی تعداد بہت زیادہ ہے) جو عموماً اعتدال کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور انکے لئے بھی جو شادی شدہ ہیں یا جن کی شادی ہونے والی ہے۔ یا جو شادی کو خوبصورت اور راحت بخش بنانے کی امید کرتے ہیں۔ لیکن جانتے نہیں۔ کہ اسے کس طرح خوبصورت اور راحت بخش بنایا جا سکتا ہے۔

لہ۔ اس کے ضروری ابواب کا مشرح ترجمہ میری "دمپتی متر" نامی کتاب میں چھپ چکا ہے۔ انگریزی کی اصلی کتاب کی قیمت قریباً دس روپیہ ہے۔ میرے اردو ترجمہ کی قیمت دو روپیہ ہے۔ وہ سرسوتی آشرم ہسپتال روڈ انارکلی لاہور سے ملتی ہے۔

ہمارا اس سب سے زیادہ پیچیدہ عمل کا یا تشریح بیان اس مضمون پر خاموشی اختیار کرنے کے حمایتوں اور رواج کے پیچھے چلنے والوں کو بیہودہ معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ اکثر پوچھا کرتے ہیں۔ کہ کیا قدرت سے ہر ایک کو ملی ہوئی عقل حیوانی کافی نہیں۔ انکے اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ عقل حیوانی کافی نہیں۔

انسان کے ہر ایک و بچہ کام میں تعلیم و تربیت اور خاندانی روایتوں کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سٹی بائی نے ایک بار ٹھیک کہا تھا کہ بلی اپنے نوزائیدہ بچوں کا اہتمام۔ ان کی پرورش اور ان کی تربیت کرنا جانتی ہے۔ لیکن عورت کو جب تک سیدھے طور پر یا اس کے خود بخود دوسری ماؤں کو دیکھ کر سکھایا نہ جائے وہ اپنے بچوں کا اہتمام نہیں کر سکتی۔ بلی اپنے معمولی فرائض کو عقل حیوانی کے ذریعہ سے انجام دے سکتی ہے انسان کے بچے کی ماں کو اس کے بہت ہی پیچیدہ فرائض کی بجا آوری کے لئے تعلیم دینی پڑتی ہے۔

مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کے لطیف دائرے میں بھی اوپر کی بات صادق آتی ہے۔ اس وقت ملک میں قدیم روایتیں اور عورت و مرد کی ضروریات کا قدیم عمیق علم گم ہو چکا ہے۔ اب تو کبھی کبھی سوائے گنگناہٹ یا انفرادی کانا پھوسی کے اور کچھ بھی سنائی نہیں دیتا۔ کسی کسی خاندان میں جس میں اچھی روایتیں رہ گئی ہیں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے شادی کے بعض رازوں کو سمجھنے کی امکان ہو سکتی ہے

لیکن ہمارے ملک کے زیادہ تر لوگوں کو اس اعلےٰ انسانی ہنر یا پیرایہ عشرت کا ذرا بھی علم نہیں۔ علم الاجسام اور علم العلاج کی بڑی بڑی کتابوں میں کمیاں حذ کمیاں۔ بلکہ سچی باتوں کا غلط بیان دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے اپنی پہلی شادی میں عورت اور مرد کے جنسی تعلق کی ناواقفیت کیوجہ سے اتنا بھاری نقصان برداشت کرنا پڑا تھا کہ میں محسوس کرتی ہوں۔ کہ مجھے اتنی بھاری قیمت کے عوض حاصل ہوئے اس علم کو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے ضرور پھیلانا چاہیے اس چھوٹی سی پستک میں ہر ایک تندرست اور قدرتی میاں بیوی کو سکھ کی چابی ملے گی۔ یہ پہلے بھی بہت سے لوگوں کو سکھ کا رستہ دکھا چکی ہے۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ یہ اوروں کو بھی مدتوں جی جلانے اور اندھیرے میں اندھا دھند رستہ ڈھونڈھتے رہنے کی مصیبت سے بچائے گی ؂

(میری کارمائیکل سٹوپس)

نوٹ

مڈیکل ریویو آد ریویوز جلد ۲۵ - نمبر۲- فروری ۱۹۱۹ء میں لکھتے ہوئے کام شاستر و Sexualogy کے مشہور عالم ماہر ڈاکٹر ہیوبلاک ایلس اس "گھر کا سُکھ" نامی کتاب میں لکھے ہوئے ڈاکٹر سٹوپس کے بعض نئے مشاہدوں کے متعلق کہتے ہیں :- "عورتوں کے مانس شاستر (علم باطن) اور شریر شاستر (علم (فزیالوجی) میں حال کے چند سالوں میں جو نہایت قابل ذکر ترقی ہوئی ہے - یہ اس کے مظہر ہیں" ؛

دل کی خواہش

ہر ایک دل ایک ساتھی کی خواہش کرتا ہے۔ کسی ایسی پوشیدہ وجہ سے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ قدرت نے ہمیں ایسا بنایا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو نامکمل پاتے ہیں۔ نہ صرف مرد ہی بلکہ اکیلی عورت بھی تمام انسانی کاموں کو سرانجام دینے کا آنند نہیں جان سکتی۔ عورت اور مرد اکیلے رہ کر ایک اور انسانی ہستی کو پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ بات ہماری بناوٹ کے بیرونی اختلاف سے صاف ظاہر ہے۔ اس کا ہماری تمام زندگی پر اثر پڑتا ہے اور کوئی بھی دوسری چیز ایسی نہیں۔ جس کے لئے ہر ایک عورت اور مرد کا دل اس قدر للچاتا ہو جتنا کہ وہ ایک دوسری ہستی کے ساتھ ملاپ کی خواہش کے لئے اور اس کے ذریعہ خود کو مکمل بنانے ۔۔۔ للچاتا ہے۔

ردوں اور عورتوں میں اگر انہوں نے ناقص اور بیمار
ورثہ میں حاصل نہ کی ہوں۔ نسل انسانی کی قدیم

خواہش اپنی اصلی خوبصورتی کے ساتھ نئے سرے سے جاگ اٹھتی ہے
جوانی کے خوابوں اور جسمانی تبدیلیوں کے ساتھ ہی کنوارے اور
کنواریوں میں نسلی عقل حیوانی کے عجیب اور پُرزور ولولے ظاہر ہو جاتے
ہیں۔ دونوں کے جسمانی اختلافات اب نمایاں ہو کر بڑے پُرمعنی دلاویز
اور دل کش ہو جاتے ہیں۔ ان کے اختلافات ایک دوسرے کیساتھ
ملکر عورت اور مرد کو اس طرح ملا دیتے ہیں۔ کہ انکا جسمانی ملاپ روئے
زمین کے ایک کونہ سے دوسرے کونے تک پھیلے ہوئے سنسار کی
وسیع بناوٹ کا ٹھوس بیج بنجاتا ہے۔ ان میں بعض تو مکڑی کے جالے
سے بھی پتلے۔ موسیقی کی نہایت نازک تان سے بھی ہلکے اور صرف نظر آنے
والی قوس و قزاح کے ہی نہیں۔ بلکہ آتما کی نظر نہ آنے والی خوبصورتی کے
رنگوں سے بھی چمک دمک رہے ہیں۔

دکھلاوے کے ویراگ۔ دنیا داری یا آتم نروین (زہد) کے نیچے
اس خیال کو خواہ کتنا ہی چھپایا جائے۔ پھر بھی کہنا ہی پڑتا ہے۔ کہ ہر
ایک نوجوان کا دل زندگی کے ساتھی کے ساتھ تاحیات ملاپ کے
سنہری خواب کے پورا ہونے کے لئے ترستا رہتا ہے۔ ہر ایک دل
عقل حیوانی سے ہی جانتا ہے۔ کہ آتما کی ساری پوشیدہ عظمت کو ایک
ساتھی ہی مکمل طور سے سمجھ سکتا ہے۔ وہی بڑھاپے میں بھی اس کی
بچوں جیسی حرکات کو دیکھ کر خوش ہو سکتا ہے۔

عورت یا خاوند کی تلاش ایک خوبصورت لیکن اپنے سے مختلف

جسم میں قیام کرنے والے سمجھدار دل کی تلاش ہے۔

موجودہ دنیا میں جو لوگ سخت محنت کے کاموں میں مصروف ہیں یا جو عمداً خود کو مجلسی زندگی کے معمولی راستہ سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ ان کی تعداد نسبتاً تھوڑی ہے اور میں نے یہ کتاب ان کے لئے نہیں لکھی۔ ہمارے زیادہ تر شہری جن میں عورت اور مرد دونوں شامل ہیں۔ کچھ دیر انتظار کرنے یا ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد ایک جگہ ٹھیر کر شادی کر لیتے ہیں۔

بہت تھوڑے لوگ درحقیقت ایسے تیاگی ہیں۔ جو راحت کی امید کے بغیر شادی کرتے ہوں۔ اکثر نوجوان لڑکے لڑکیاں خواہ وہ زبانی طور پر کتنا ہی انکار کریں۔ اور تیاگ کا ڈھونگ رچ کر اپنی لہلہاتی ہوئی امیدوں کو چھپائے رکھنے کی کوشش کریں۔ تاہم کسی کی کھوج میں ترستی ہوئی آنکھیں مستی ڈھاتے ہوئے اعضا اور انکی حرکات و سکنات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اپنے ایک نئی اور خوبصورت حالت میں داخل ہونے کا علم ہے۔ عاشق اور معشوقہ کے چومنے اور ایک دوسرے کو چھونے میں وہ خوشی اور سرور ہوتا ہے۔ جو انسان کو شراب سے بھی بڑھ کر مخمور کر دیتا ہے۔ دونو علم عروض میں بلند پروازیاں کرتے۔ جھوم جھوم کر عاشقانہ گانے سنتے۔ اور ایک دوسرے کی نگاہوں میں دنیا بھر کی خوبصورتی کا عکس دیکھتے ہیں۔ اس بہشتی نشہ میں وہ قدرتاً سمجھنے لگتے ہیں کہ قدرت نے ہمارے جسموں کا نہیں۔ بلکہ ہماری آتماؤں کا بھی ملاپ

کر دیا ہے۔

جتنا زیادہ رنگیلا۔ زندہ دل اور مزاح پسند کوئی جوان مرد یا جوان عورت ہوتی ہے۔ اتنا ہی زیادہ اس کی روح کسی اپنے جیسے اوصاف رکھنے والی دوسری روح کی خواہش کرتی ہے جس کے ساتھ اس کی ہستی بلکہ ایک ہو جائے اور وہ کر سکے۔

من تو شدم تو من شدی تن من شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہ خواہش کم و بیش ہر ایک خشک سے خشک مزاج والے شخص میں بھی پائی جاتی ہے۔ حقیقی زندگی کی لاتعداد کہانیوں سے ہمیں معلوم ہے کہ بڑے سے بڑا کاروباری آدمی بھی جسے ایک طرح کی دنیاوی کامیابی حاصل ہو۔ اپنی زندگی کے سچی ساتھی یعنے شوہر پرست بیوی کی عدم موجودگی میں ایسی بری زندگی بسر کرتا ہے گویا اس کے آزادی سے پرواز کرنے والے مرغ روح کے پر کسی نے کاٹ ڈالے ہیں۔ اسی تمنا کی اس سچی خواہش کو مہاتما ایڈورڈ کارپنٹر نے کیسے دلکش الفاظ میں بیان کیا ہے:۔ "دنیا میں کوئی دوسرا شخص ایسا ہونا چاہیئے۔ جس کے ساتھ پوری بے تکلفی ہو سکے جس سے کسی قسم کا راز پوشیدہ نہ رکھا جائے۔ جس کا جسم ہمیں ایسا ہی پیارا ہو جیسے ہمیں اپنا جسم پیارا ہے۔ جس کے ساتھ جائداد اور حقوق کے معاملہ میں میرے اور تیرے کا کوئی فرق نہ ہو۔ جس کے دل میں ہمارے جذبات خود بخود ہی بہ کر چلے جائیں۔ گویا وہ وہاں خوشنا سی اور نئی روشنی حاصل

کرنے کے لئے گئے ہیں۔ جہاں اپنی اور اس کی زندگی کے تمام رنج و راحت میں ہمدردی کا چشمہ خود بخود پھوٹ نکلے۔ شاید انسان کی عزیز ترین خواہش یہی ہے۔"
(Love's Coming of Age)

ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب کسی ایسے نوجوان کے ہاتھ میں پڑ جائے جو اسبات کی تردید کرے۔ کہ میں نے اس تثلیث کا جو انسانیت کا واحد مکمل اظہار ہے۔ جزو بننے کے لئے اپنے دل میں حقیقی خواہش کا کبھی احساس نہیں کیا۔ اگر ایسی بات ہے تو بہت ممکن ہے۔ کہ اسے کوئی بیماری ہے جس سے اسکی عورت اور مرد کے جنسی تعلق کو سمجھنے والی حس ماری جاچکی ہے لیکن اسے اس کا علم نہیں۔ اس بیماری کا نام انگریزی میں Sex-anaesthesia ہے اس بیماری میں فطرۃً ٹھنڈا پن ہوتا ہے۔ اس کے بمارمیں ملائمت کا عام انسانی جوش نہیں ہوتا۔ لیکن اسے اس کمی کا علم بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اس کتاب کو پڑھنے والا اور عام انسانوں سے مختلف قسم کا ہو۔ ایسی حالت میں کثیر التعداد لوگوں کے بارہ میں فیصلہ دینے کی بجائے اسے چاہیئے۔ کہ مشہور عالم پروفیسر اوگسٹ فورل کی "سیکشوئل کوئسچن" Prof. August Forel's "Sexual Question" جیسی کسی کتاب کا مطالعہ کرے۔ جس سے اسے اپنی طبیعت کا پتہ لگے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے اسے معلوم ہو جائے۔ کہ مختلف قسم کی کثیر التعداد آبادی میں سے وہ کس نمونہ کا ہے۔ اسے میری کتاب کے مطالعہ کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ عام عورتوں اور مردوں کے متعلق ہے اور انہیں کے لئے لکھی گئی

ہے۔ عام لوگ خود کو نامکمل خیال کرتے ہوئے ایسے وصال کی خواہش کرتے ہیں جس میں نہ صرف انکی اپنی زندگی کو زیادہ مکمل اور زیادہ روشن بنا دینے کی طاقت ہوگی۔ بلکہ جوان کو ایک ایسی حالت میں رکھ دیگی۔ جس میں وہ آنے والی ہستیوں کے پیدا کرنے والوں کی حیثیت میں اپنی پاک امانت کا استعمال کر سکیں گے۔

بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں ہیں۔ جن میں کئی اشخاص نے اپنے ساتھی۔ (مرد یا عورت) کے لئے اس قدرتی خواہش کو نہ صرف جیتا ہی ہے بلکہ کنوارے پن کی زندگی (برہمچریہ) کو ایک اعلےٰ آدرش کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اپنی نہایت خوبصورت اور نہایت اعلےٰ حیثیت میں برہمچریہ کا آدرش (نصب) روئے زمین پر پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ کیونکہ گھر اور بچوں کا پریم اس کے سامنے بہت چھوٹے درجہ کا خیال ہے۔ کئی ایک رشی منی اور ریفارمروں نے برہمچریہ برت کا پالن کیا ہے۔ لیکن ایسے اشخاص قوم کا نمونہ نہیں بنائے جاسکتے کیونکہ وہ استثنا ہیں۔ وہ ایسی شاخیں ہیں۔ جو پھول تو سکتی ہیں لیکن جسمانی شکل میں پھل نہیں سکتیں۔

اس دنیا میں ہماری آتمائیں نہ صرف مادہ میں اوت پروت ہی ہیں بلکہ اس کے ذریعہ ہی وہ ظاہر ہوتی ہیں۔ جب تک ہم انسان ہیں ہمارے اجسام کا ہونا لازمی ہے۔ اور جسم کیمیاوی۔ علم الاجسامی اور روحانی قوانین کے ماتحت ہے۔

اگر بنی نوع انسان اجتماعی طور پر ایک ایسے آدرش (نصب العین) کے پیچھے چل پڑیں جس کا آخری نتیجہ جسم کی ہستی کو بالکل مٹا دینا ہو۔ تو یہ ظاہر ہے کہ بہت جلدی ہم اپنی حالت کو ایسا تبدیل شدہ پائیں گے۔ کہ پھر ہم انسانی نسل کا نام نہیں لے سکیں گے۔

موجودہ حالت میں ہم ابھی انسان ہیں۔ ہم تمام کی زندگیاں خاص قوانین کے ماتحت ہیں۔ ان میں سے بعض کو تو ہم سمجھنے لگے ہیں اور اکثر کا ہمیں ابھی بالکل کوئی علم نہیں۔ مکمل ترین انسان وہ مرد یا عورت ہے جو دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنی ہستی کے گہرے دنیاوی اصولوں پر ایسے ڈھنگ سے عمل کرتا ہے کہ آتما (روح) کو جسم کی جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ امداد مل سکے اور اس کے رستہ میں وہ کم از کم رکاوٹ ہو۔ جس جسم میں آتما قیام رکھتی ہے اس کے بُرے استعمال یا اس کا دھیان نہ رکھنے یا اس کو نقصان پہنچانے سے روح کی ترقی میں بھاری رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

ضروری قوانین کی لاعلمی کی وجہ سے عمداً توڑنے سے لامحدود زمانہ سے چلا آنے والا سلسلہ ڈھیلا اور بتر بتر ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانہ کا تنگ دل زاہد اپنی مادی عقل حیوانی سے کام لینے کی بجائے اس کو تباہ کر کے روحانی ترقی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن میں کہتی ہوں۔ کہ ہم دنیا میں اتنے جکڑے ہوئے ہیں۔ کہ مادہ کو روحانی جذبات ڈھال نہیں سکتے۔ جس سے وہ ہماری روحوں کو منور کر سکے۔ اپنی جسمانی ہستی کے ازلی اصولوں کے ساتھ جنگ

کرنیکا دعوے گستاخی ہے۔ جو ایسا کام کرتا ہے وہ جہالت میں پھنسکر اس اعلے ترین وصال کو کھوتا ہے۔ جس سے حیرت انگیز نئی مخلوق پیدا ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر دو انسانوں کا دو ایسے اجسام سے مقابلہ کیجئے۔ جن میں ایک دوسرے سے مختلف قسم کی بجلی بھری ہوئی ہے ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے ہوئے انکے اندر بجلی کی طاقتیں پوشیدہ رہتی ہیں۔ لیکن اگر انکو مناسب طور پر ملایا جائے۔ تو وہی طاقتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک قسم کا شرارہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی درخشاں روشنی میں ایک چمک پیدا ہوتی ہے۔ محبت کی ٹھیک ایسی ہی حالت ہے۔

معشوق کے سیدھے سادھے خوبصورت جسم سے جسکے لئے ہمارا دل ازلی عقل حیوانی کی ترغیب سے خواہش کرتا ہے۔ نہ صرف ایک نئی سادی زندگی کی حیرت انگیز شے یعنے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے انسانی ہمدردی کی افق وسیع ہوتی۔ اور روحانی جذبے کا اظہار بھی ہوتا ہے جسکو ایک اکیلی روح حالتِ تنہائی میں کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔

اکثر ناظرین محسوس کرتے ہونگے کہ انہیں اس مادی وصال سے ایسے روحانی نتائج تو کجا معمولی فرحت بھی حاصل نہیں ہوئی۔ اگر یہ بات ہے تو اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ دانستہ یا نادانستہ انہوں نے ان قوانین میں سے بعض کو توڑا ہے۔ جنکے ماتحت عورت اور مرد کی محبت کام کرتی ہے۔ ٹھیک طور پر مضراب چلانا سیکھ کر ہی آدمی ستار سے میٹھے راگ نکال سکتا ہے۔ نچلی دنیا کے قوانین پر عمل کرنے سے ہی انسان اوپر کی دنیا میں قدم رکھ سکتا ہے۔

دوسرا باب

رنگ میں بھنگ

دنیا کے دل سے نکلنے والی پکار کو خاموش کرانے کے لیئے کیا کرنا چاہیئے؟ اس خاموش اپیل کا کیا جواب دیں۔ جسے اکثر ہم ہنستی ہوئی آنکھوں کے پیچھے بھانپا کرتے ہیں؟ "دی ہیرو ان ہین" میں ای۔
راحت کے خواب دیکھتے اور اس بات کا احساس کرتے ہوئے کہ ان میں سے ہر ایک نے آخر ایک ایسا ساتھی پالیا ہے۔ جس سے دائمی خوشی حاصل ہوگی۔ کنوارے اور کنواریاں شادی کر لیتی ہیں ؎

ؔ۔ اس کتاب کو مصنفہ نے انگریزی قوم کے لیئے لکھا ہے۔ اس لیئے یہ باتیں زیادہ تر اُسی قوم پر عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو لاٹری کے ڈھنگ پر شادیاں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک دوسرے کو پسند کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا جاتا۔

مترجم ؔ

پہلے پہل سہاگ کی رات میں ایک دوسرے کے ساتھ نئی نئی آزادی اور میاں بیوی کے عجیب تعلق کی مٹھاس کیوجہ سے اکثر راحت حقیقی حاصل ہوتی ہے لیکن یہ راحت کتنی دیر رہتی ہے؟ جتنی دیر عموماً لوگ مانتے ہیں۔ اس سے بہت کم عرصہ تک رہتی ہے۔ اپنے ملاپ کی پہلی خوشی میں نئی امنگوں والے میاں بیوی سے یہ بات چھپی رہتی ہے۔ کہ ایک دوسری کی ہستی کے بنیادی اصولوں کے متعلق وہ بہت کم جانتے ہیں۔ نر اور مادہ کی ایک دوسرے کیطرف کشش (نہ صرف انسانوں میں۔ بلکہ حیوانوں میں بھی) ملنے والے جوڑے کے اختلافات پر بہت کچھ منحصر ہوتی ہے۔ ممکن ہے۔ اچانک وصال ہونے کیوجہ سے وہی اختلافات جنہوں نے انکو ملایا تھا۔ اب انکے وصال کے رشتہ کو ڈھیلا کرنا شروع کردیں۔

مرد اور عورت کچھ عرصہ تک اس وہم میں رہتے ہیں۔ کہ ہم ایک دوسرے کی طبیعت سے خوب واقف ہوگئے ہیں۔ ایک دوسرے کے متعلق ہر روز نئی نئی دریافتوں سے حاصل ہونے والی روح افزا راحتیں ان کے اس وہم کی تائید کرتی ہیں۔ اس عرصہ میں انکے محسوسات اتنے تیز اور اتنے ترقی یافتہ رہتے ہیں۔ کہ میاں بیوی کو اس بات کا علم بھی نہیں ہونے پاتا۔ کہ انکے پاؤں کے نیچے ایک دوسرے کو حقیقی طور پر جاننے کی کوئی پختہ بنیاد نہیں۔ خاوند آریہ سماجی ہو تو عورت سناتن دھرمی۔ میاں سوراجیہ کا حامی ہو اور بیوی غیر ملکی حکومت کی دلدادہ۔ پتی گائے کا دودھ پسند کرتا ہو اور پتنی بکری کا۔ اس قسم کے اختلافات کو جانتے ہوئے بھی وہ

دونو نیک ارادہ۔ تحمل اور دانشمندی سے کام لیتے ہوئے سکھ کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان تمام باتوں میں انکے متفق ہونے کے لیئے کوئی نہ کوئی مشترکہ بات ضرور ہو سکتی ہے۔ انسانوں کا ایسے انسانی تعلقات میں خواہ ہر ایک بات میں کتنا ہی بڑا اختلاف رائے کیوں نہ ہو۔ پھر بھی وہ کم از کم انپر کئی پشتوں تک بحث و مباحثہ کر چکے ہوتے ہیں ؛

تو بھی کام شاستر کے کہیں زیادہ اصولی اور نہایت ضروری مسائل کے متعلق علم کی کمی اتنی بھاری اور اتنی وسیع ہے کہ اسی کی دھند اور تاریکی نے ان چند ایک انسانوں پر بھی غلبہ پالیا ہے۔ جو ہماری رہنمائی اور ان مسائل کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہیں کہیں نوجوان جوڑے کو ابھی ان بنیادی اصولی اختلافات کی ہستی کا علم بھی نہیں ہونے پاتا۔ کہ وہ انکے لئے موجب تکلیف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی کو انکا مدلل حل معلوم کرنے کی امید بھی کم ہوتی ہے۔

جن جوڑوں کی اپنی راحت معدوم یا کم ہو گئی ہے۔ قریبًا وہ تمام ہی خود کو استثنا سمجھتے ہیں۔ وہ خود بخود ان چند ایک دوستوں کی حالت کا دھیان کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ جن کی بابت انہیں یقین ہے۔ کہ انہوں نے وہ راحت حاصل کر لی ہے۔ جس سے وہ خود محروم رہے ہیں۔

عمومًا یہ مانا جاتا ہے۔ کہ سکھی لوگوں کی سکھی قوموں کی مانند کوئی تواریخ نہیں ہوتی۔ اپنے کاموں کے متعلق وہ خاموش رہتے ہیں۔ جو اپنی شادی کے بارہ میں باتیں کرتے ہیں۔ عمومًا وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اس

راحت کو کھو چکے ہیں جس کی انہیں امید تھی۔ معمولی طور پر یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن مستقل طور پر ٹھیک نہیں۔ کثیر التعداد لوگ ایسے ہیں جو خوش سمجھے جاتے ہیں اور خود کو خوش سمجھتے ہیں لیکن جن کے اطمینان قلب پر چھائی ہوئی پوشیدہ ناکامی اچانک آشکار ہوتی ہے۔

بے شمار کمزور قوت باہ رکھنے والے۔ بہت جلدی گھبرا جانیوالے اور کسی قدر غیر قدرتی لوگوں کا اگر خیال نہ بھی کیا جائے۔ تو بھی یہ ایک حیرت انگیز اور روح فرسا بات ہے۔ کہ شادی کرنیوالوں کی اتنی بڑی تعداد اپنی پہلی خوشی ہی کھو نہیں بیٹھتی۔ بلکہ کسی حد تک دکھی بھی ہو جاتی ہے۔

بہت دیر سے اکثر عورتیں اور مرد مجھے اپنی زندگی کی پوشیدہ باتیں بتاتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں۔ کہ ان بیشمار شادیوں میں سے جنکے اندرونی حالات کا مجھے علم ہے۔ بہت کم ایسے ہیں۔ جنکو اتنا بھی سکھ ہو۔ جتنا آدمی معمولی حالات میں حاصل کر سکتا ہے

جن جوڑوں کی شادیوں کو دنیا۔ رشتہ دار۔ یہاں تک کہ خود میاں اور بیوی بھی پوری طرح سے راحت بخش سمجھتے ہیں۔ وہ جوڑے میں سے زیادہ زندہ دل شخص کے لئے پوشیدہ طور پر مایوس کن ہیں۔

جب بیوی ایک بھولی لڑکی ہو۔ جسے دنیا کی کوئی بات معلوم نہیں تو عموماً پہلے مرد کی طرف سے ہی رنگ میں بھنگ ڈالنے کا کام شروع ہوتا ہے لیکن اس کا اپنا دکھ بھی عموماً بیوی کے دکھ کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ہماری مستورات کی سطحی آزادی نے ہماری قوم کی شمالی نسل کی

لڑکیوں کی قدیم پاکیزگی کو نہ بدلا ہے۔ اور نہ وہ بدل ہی سکتی ہے انہیں
عموماً نہ تو اصول کا علم ہے اور نہ جسم کی قدرتی نشوونما ہی جو جسمانی
شادیوں کی بنیادی سچائیوں کے قیاس کی طاقت دے سکے ممکن ہے
کہ لڑکی اپنے خاوند کے سلوک سے کانپ اٹھے اور اس غریب کو معلوم
بھی نہ ہو۔ کہ میں اُسے خوفزدہ کرنے کے کسی فعل کا مرتکب ہو رہا ہوں
تب وہ خاوند یہ نہ جانتے ہوئے بھی۔ کہ میرا کوئی قصور ہے اور اگر ہے تو
کیا ہے؟ بیوی کی پوشیدہ تکلیف سے بیکل اور دکھی ہو جاتا ہے۔
تو بھی میں سمجھتی ہوں۔ کہ یہ بات سچ ہے۔ کہ شادی کے ابتدائی دنوں
میں عورت کی نسبت مرد زیادہ زندہ دل زیادہ عاشق مزاج اور تمام معمولی
باتوں کے متعلق جلد تر تکلیف محسوس کرنے کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور وہ بہت
اعلےٰ قسم کے روحانی اور جسمانی وصال کی امیدیں باندھ کر شادی کرتا ہے

ف۔ ہمارے کام شاستر کی کتابوں میں بھی بتایا گیا ہے۔ کہ نئی بیوی کے ساتھ سر جوڑی کی رات
کو پہلے پہل کس طرح سلوک کرنا چاہیئے اس کی مناسب واقفیت نہ ہونے سے اکثر نوجوان
لڑکے لڑکیوں کی زندگی مصیبت کا موجب بنجاتی ہے۔ عورت میں مرد سے ہمیشہ کے
لئے بے رُخی بلکہ نفرت پیدا ہو جاتی ہے کام شاستر کے عالموں نے اس لئے اپنی کتابوں میں
مختلف ممالک اقوام اور عمروں کی عورتوں کی عادتوں اور فطرتوں کا شرح بیان دیا ہے۔ کیونکہ
عورت اور مرد کو جب تک ایک دوسرے کی طبیعت کا پورا علم نہ ہو وہ خانہ داری کی راحت حاصل
نہیں کر سکتے۔ دیکھو میرا بنایا "رتی وگیان" (شائع کردہ ساہتیہ سدن لاہور) (مترجم)

لیکن ساتھ ہی اپنی عورت کی نسبت اس کا چاؤ اُتر بھی جلدی جاتا ہے۔ اس کا دل اچاٹ بھی جلدی ہو جاتا ہے اور وہ بیاہ کے سکھ کو جلدی ہی بہشتی خواب سمجھنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔

برخلاف اس کے عورت اتنی جلد مایوس نہیں ہوتی۔ بلکہ شادی کی زندگی میں اس کی خاص جگہ کیوجہ سے جوڑے میں سے عموماً اسی کو ہی گہرا گھاؤ آتا ہے اور وہ خانہ داری کی زندگی کے دکھ کا زخم اسے اندر ہی اندر کھا کر اس کے رشتہ حیات کو منقطع کر ڈالتا ہے۔

پورا سکھ بہت سے اجزا کا ایک وصال ہے اور اس وصال کو تباہ کرنے والی کئی باتیں ہیں۔

شادی شدہ زندگی جن وجوہات سے تکلیف دہ اور دوزخ کا نمونہ بن جاتی ہے اگر میں ان سب کا بیان کرنے لگوں۔ تو اس کے لئے شاید ایک درجن ضخیم جلدیں بھی کافی نہ ہوں۔ میں یہ کتاب ان لوگوں کے لئے لکھ رہی ہوں جنکے متعلق میں سمجھتی ہوں۔ کہ انہوں نے اس مضمون کے مختلف پہلوؤں پر لکھی گئی۔ دیگر کتابیں پڑھ لی ہیں یا انہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے میں یہاں ان باتوں پر بحث نہیں کروں گی۔ جن پر دوسرے عالم طبع آزمائی کر چکے ہیں۔ اور نہ ان غیر قدرتی حالتوں کا ہی بیان کروں گی۔ جن سے کام شاستر پر شائع شدہ بہت سی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

گذشتہ چند سالوں میں رنڈی بازی کے خوفناک نتائج کا لوگوں کو کافی احساس ہو چکا ہے اس لئے اس معاملہ پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کہ

کوئی بھی ایسی شادی راحت بخش نہیں ہو سکتی جس میں خاوند ایک دوسرے جسم کو خریدنے کے لئے اپنی صحت اور عزت بیچکر بیماری کی گٹھڑی خرید لیتا ہو۔ بلا شبہ اس وقت ہر ایک سمجھدار نوجوان اسی بات کو محسوس کرتا ہے۔ کہ ایسے عوارض نہ صرف خاوند اور اس کی عورت کو ہی جہنم میں ڈال دیتے ہیں۔ بلکہ انسے پیدا ہونیوالی اولاد کی صحت اور زندگی کو بھی تباہ کر دیتے ہیں۔

نیک چلن۔ سمجھدار اور پڑھے لکھے میاں بیوی کو شراب نوشی۔ خود مستی اور بری قسم کی خود غرضی کے صاف طور پر نظر آنیوالے بدنتائج بتانے کی ضرورت نہیں۔

ہمیں بنیادی قوانین کی باریک تر خلاف ورزیوں کا ذکر کرنا ہے۔ سب سے پہلی دکھ کی بات یہ ہے کہ دولہا اور دولہن دونوں کو ایسی حالتوں کا علم نہیں ہوتا لیکن دنیا کے دوسرے کاموں کی طرح یہاں بھی قانون شکنی کرنیوالے شخص کو خواہ اسے اپنی قانون شکنی کا علم ہو یا نہ ہو سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

اس لاعلمی کی حالت میں جو آج اس قدر زیادہ پھیل رہی ہے۔ اس بات کا پہلا نشان کہ ان دونوں میں جو سمجھتے تھے۔ کہ ہمیں شادی کے بعد بہشت کی راحت نصیب ہوگی۔ کچھ نقائص ہیں۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ وہ تنہائی محسوس کرنے لگتے ہیں اور انہیں محسوس ہوتا ہے۔ کہ جس کے ساتھ بیگانگی کا خیال چھوڑ کر یکجان ہونے کی امید کی جاتی تھی۔ وہ میرے رنج و راحتوں میں شامل ہونے کے ناقابل ہے اور اپنے پیارے کی ضروریات کو نہیں جان سکتی نہ دکھائی دینے والے ڈھنگ سے اپنی جذبوں کو نہایت گہرا گاڑ دینے والی چیز کو سب سے پہلے

ظاہر کرنے والی عموماً معمولی باتیں ہی ہوا کرتی ہیں۔ دلہن کبھی کبھی کسی ایسی حقیر سی بات پر گھنٹوں سسکیاں بھرا کرتی ہے۔ کہ جسکا الفاظ میں وہ ٹھیک طور پر اظہار بھی نہیں کرسکتی۔ ادھر نوجوان دولہا اس بات پر سر دھنا کرتا ہے۔ کہ میں تو اس توقع میں تھا۔ کہ بیوی سے مجھے آسمانی راحت میسر ہوگی۔ لیکن یہ تو میری ترقی کے راستہ میں سد سکندری ثابت ہو رہی ہے۔ اس کی یہ بات جتنی ہیچ ہوتی ہے اتنی ہی اسے غیر مدلل معلوم ہوتی ہے۔

پھر ہمارے جسم ہمارے دل اور ہماری روح کے درمیان ایسا نزدیکی اور اندرونی تعلق ہے۔ کہ شادی شدہ جوڑے کے وہ کام جو اور انکو ہم آہنگ کرنیوالے اصولوں کو نہ جاننے سے جو جرائم ہو جاتے ہیں۔ انکے لئے بالکل مختلف میدانوں میں سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ نئی اور بالکل نئی رنجشیں انکے باہمی تعلق کی سرزمین سے خود بخود پیدا ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ یا تیزی سے ہر ایک دل جدائی کے خیالوں کو چھپانا شروع کردیتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ میرا یہ کہنا بہت عام ہے اس کی بنیاد بے شمار لوگوں کی عملی زندگیاں ہیں۔ جن مستورات کی شادیوں کو سب لوگ نمونہ کی راحت بخش شادیاں سمجھتے ہیں اور انکے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ؎

گر فردوس بروے زمین است ہمین است و ہمین است

میں نے انہیں کے منہ سے انکی جگر سوز تکالیف جو صیغۂ راز میں پوشیدہ ہیں۔ سنی ہیں۔ اور یہ تکالیف ایسی ہیں۔ جن کی انکے خاوندوں کے کان میں بھنک تک نہیں پڑی۔ اکثر لوگ جانتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی بیویوں میں

محبت کی کمی کے احساس کو کس طرح چھپا کر رکھا ہے۔

نسبتاً کچی اور زیادہ سادھارن طبیعتوں میں غلط فہمی کا خیال جلد پیدا ہو جاتا ہے یہاں بیوی کی مایوسیوں کا ذکر نہ صرف لاتعداد کتابوں اور ناٹکوں میں ہی پایا جاتا ہے بلکہ مذاقیہ رسالوں اور لوگوں کی معمولی بہلاوٹ کی باتوں اور گپ شپ میں بھی ملتا ہے۔

اس وقت کئی تحریکیں جاری ہیں۔ ہر طرف سے لوگوں کو یہ کہنے کا حوصلہ ہو گیا ہے کہ قصور سارا شادی میں ہے۔ کئی لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ محض موجودہ بیہودہ شادی کو ڈھیلا اور کسی دوسرے جوڑی دار کیساتھ از سر نو لطف زندگی کا آغاز کر دینے سے انکی زندگیاں امن و راحت کی زندگیاں ہو جائیں گی۔ لیکن ایسے مصلح عموماً اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جس عورت یا مرد کو ایک ساتھی کے ساتھ شادی کو خوبصورت بنانے کا شعور نہیں۔ اسے دوسرے کے ساتھ وہی رشتہ جوڑنے سے کامیابی کی زیادہ امید کیسے ہو سکتی ہے؟ محبّت کے میدان میں پوری واقفیت حاصل کر کے قدم رکھنے پر ہی دو ملی ہوئی زندگیوں میں محبت کا روشن چراغ جل کر روشنی پھیلا سکتا ہے۔

فن محبت کو ایک بار سیکھ لینے پر بھی اس کی مشق کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ ایلن کی کہتی ہے کہ پریم کے لئے شانتی کی ضرورت ہے محبت خواب دیکھتی ہے۔ یہ ہماری شخصیت اور ہمارے وقت کے فالتو حصہ پر زندہ نہیں رہ سکتی۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ موجودہ بے چینیوں اور چوبھوں کی دوڑ

دھوپ میں محبت نہ صرف اپنی خوبصورتی اور رد
ہی بلکہ اپنا تھوڑا بہت زندگی بخش عنصر بھی کھو۔
اور عجلت ہمیں بری طرح ستاتی اور ہماری جسمانی طاقتو ر
اس کے بد نتائج کا احساس مرد کی نسبت عورت عموماً نہ رد
شہری زندگی کی اعتدال سے بڑھی ہوئی اکساہٹ مرد
کی رفتار کو بڑھاتی ۔ لیکن عورت کے جوابی عملوں کی رفتار کو روک دیتی ہے۔
اس سے بھی بری بات یہ ہے ۔ کہ جن لوگوں کے پاس آپس میں محبت بازی
کرنے کے لئے فرصت ہے بھی ۔ انکے لئے بھی آج سینما اور ناٹکوں والے
شہروں کی نسبت جنگلوں اور مرغزاروں میں پر لطف عیش و عشرت کے
لئے زیادہ موقعہ نہیں جہاں کسی جنگلی پھول کے توڑنے کی نخرہ بھری ادا یا
ایسی ہی کوئی دوسری بات نوجوان لڑکے یا لڑکی میں آہستہ آہستہ ۔ لیکن
گہرے طور پر خواہش نفسانی کو ابھارنے کا بہانہ بنجاتی ہے[1] ۔ مرد میں شہوانی

---

[1] "رتی رہسیہ" اور "کام سوتر" میں شہری اور زندہ دل آدمی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنا مکان کسی ندی یا جھیل کے کنارے بنوائے ۔ مکان دوہرا اور ایک خوبصورت باغ سے گھرا ہو ۔ اس کے بیرونی حصہ میں جگہ بہ جگہ پھولوں کے گملے رکھے ہوں ۔ خوشبودار پھولوں کے گچھے لٹک رہے ہوں مینا اور طوطا وغیرہ جانور دلکش بولیاں بول رہے ہوں ۔ کبوتر اور فاختہ کوکتے ہوں ۔ کمرے کے اندر خوبصورت اور صاف بچھونے بچھے ہوئے ہوں ۔ دیوار میں خوبصورت اور بڑے آدمیوں کی دلکش تصویروں سے آراستہ ہوں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ ہو)

یہ باقی تمام خواہشات کو مات کر دیتی ہے
بات کا طلبگار ہوتا ہے۔ وہ ہے خواہش شہوانی
یا کرنا اس کی عادت میں ہی ہے۔ اسی جلد بازی
ہے لیکن جلدی یا دیر سے اس کی محبت غالباً پوشیدہ
مد کے خلاف سر اٹھاتی ہے اور بعدازاں ہمیشہ کے لئے خواہ
ے وہ کیسی بھولی کیوں نہ بنی رہے۔ اس کے دل میں اس فعل کے
لئے جو اس کے لئے ہمیشہ دل کش اور موجب راحت ہونا چاہیئے تھا۔ نفرت
کے سوائے اور کچھ پیدا نہیں ہوتا[1]

---

۵ - بھنوروں کا گن گن کرنا۔ کوئل کا کوکنا۔ چاند کی چاندنی۔ سندر تیلی بیلیں۔ ہاتھی کی مست چال اور مژگاں کے تیر یہ باتیں شہوت بھڑکانے میں معاون ہوتی ہیں۔ یہ باہر دیہات کے شانت اور کھلے جیون میں ہی مل سکتی ہیں۔ شہروں کی دوڑ دھوپ کی زندگی میں جو شہوت کی اکساہٹ پیدا ہوتی ہے وہ نشہ شراب سے جسم میں طاقت آنے کی طرح غیر قدرتی اور اسی طرح نقصان دہ ہوتی ہے (مترجم)

[1] کام شاستر کے قدیم گرنتھوں میں لکھا ہے کہ ہوشیار آدمی کو چاہیئے کہ سہاگ رات میں محبت کی باتوں چومنے اور بغلگیر ہونے وغیرہ بیرونی طریقوں سے عورت کی خواہش شہوانی کو محرک کرے جب اس میں خواہش جماع خوب بھڑک اٹھے تب ہی ہمبستری کرے جو مرد خواہش شہوانی کے قابو میں آکر عورت پر ایکدم ٹوٹ پڑتا ہے۔ وہ بیوقوف ہے۔ عورت کو اس کی اس حرکت سے اس کے لئے مایوسی اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ایک وقت پر میاں بیوی کی باہمی راحت مفقود ہو جاتی ہے دیکھو رتی وگیان (ساہتیہ سدن لاہور کا

آج کل دگ اتنے مصنوعی اور جھوٹے کرہ ہوائی میں پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں۔ کہ یہ ابتدائی بات بھی کہ محبت کی چھیڑ چھاڑ راحت بخش ہونی چاہیے انکو معلوم نہیں۔ ایک مشہور امریکن ڈاکٹر کا حیرت انگیز بیان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں نہیں مانتا۔ کہ جماع میں باہمی حظ کا زندگی کی خوشی پر کوئی خاص اثر پڑتا ہے" (دی امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن رپورٹ سنہ ۱۹۱۰ء)

شاید یہ ایک انتہائی دعوے ہے۔ تاہم بہت سے ڈاکٹر جو زنانہ بیماریوں کا علاج کرتے ہیں اور ماہران فزیالوجی مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کی زندگی کے بعض اہم امور سے بالکل ناواقف ہیں یا انکو فراموش کر چکے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ کہ عورت اور مرد کے معمولی جوڑے کتنے ہی پُر امید ہونے پر بھی اسی راحت کو منقطع اور برباد کر ڈالتے ہیں۔ جو ان کے لئے زندگی بھر تک قائم رہنے والا تاج ہو سکتا تھا۔

عورت کی ناموافقت

آہ! اس ہستی کے لئے جس کے دنیا میں ہونے کا میں قیاس تو کر سکتا ہوں
مگر جس کو ثابت کرنے کے لئے میں زندہ نہیں رہوں گا۔ وہ وجود جسکو
میں اپنی تمام زندہ دلیاں اور رجحان اپنے دل کے تمام اندوہ اور مصائب
کی فرضی وجوہات اور راحت کے فرضی خواب سنا سکوں۔ دوستی کے ان اعلےٰ
درجہ کے کاموں کے لئے میں ایک دو عورتوں کو تربیت دینے کی کوشش
کرتا رہا ہوں لیکن اب تک میں اس میں کامیاب ہونے کی ڈینگ نہیں مار سکتا

ہیرک ۔ Herick

اس عام آدمی کی کیا حالت ہوتی ہے جو خوشی اور امید سے بخیال خود
قابل لڑکی سے شادی کرتا ہے؟ وہ بدل و جان چاہتا ہے۔ کہ ہم دونو کو
زندگی بھر کی راحت نصیب ہو۔ اس نے والدین اور دوستوں سے جو نصیحتیں
سنی ہیں۔ اور مذہبی کتابوں میں جو ہدایتیں پڑھی ہیں۔ انکے مطابق وہ اپنی
زندگی بسر کرنے کا عہد کرتا ہے۔ وہ معمولی معمولی باتوں کا بھی بڑا دھیان
رکھتا ہے۔ تلخ زبان کا استعمال نہیں کرتا۔ اپنی زندگی کی ہمراز کو اپنے ہر
ایک کام میں شامل کرتا ہے۔ تمام کاموں میں اس سے مشورہ حاصل کرتا ہے۔
ہوا خوری کے لئے اسے ساتھ لے جاتا ہے۔ دونو ایک دوسرے سے لمحہ بھر

کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن چند ہی ماہ یا چند ہی سال بعد ایسا معلوم ہونے لگتا ہے۔ گویا وہ ایک دوسرے سے سیر ہو گئے ہیں۔ پہلے جہاں دو ہستیوں کا مکمل وصال جان پڑتا تھا اب وہاں انفصال معلوم ہوتا ہے۔ نوجوان کو اپنی محبوبہ میں محبت کی عدم موجودگی معلوم ہونے لگتی ہے۔ وہ اس کو ایک ایسی چیز جان پڑتی ہے جسکو سمجھ سکنا ممکن نہیں۔ بہت کم آدمی ایسے ہوں گے۔ جو اس بات کا اپنے دوستوں کے سامنے بھی اقرار کریں۔ لیکن

جانتا ہے ہر دل اپنی مصیبتوں کو

ہو سکتا ہے کہ میاں کبھی کبھی بیوی کے ساتھ ہنسی مذاق کرے اور اس کی ناموافقت کے لئے دوستانہ انداز میں اُسے دق کرے۔ اُس کے اس طرح ہنسنے کو دیکھ کر ہر ایک شخص یہی سمجھے گا۔ کہ وہ گہرے پریم کے بس میں چوچلے کر رہا ہے۔ لیکن اس کے پریم کی جڑ کو ایک قابل نفرت چھوٹا کیڑا یعنے یہ خیال کہ وہ میرے ناموافق ہے۔ کاٹ رہا ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ کبھی کبھی اُس میں ناقابل اظہار طور پر جذبۂ محبت کی عدم موجودگی پائی جاتی ہے۔ کئی بار "میں کچھ بھی نہیں کرتا"

کہہ کر وہ سمجھتا ہے کہ بلا وجہ ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ کس تکلیف سے آنسو بہا رہی ہو؟ اس سوال کا وہ کچھ بھی جواب نہیں دے سکتی۔

وہ دیکھتا ہے کہ جہاں پہلے میرے پریم اور محبت پر وہ مسکراتی ... تمام میری بات مان لیتی تھی۔ وہاں اب چند دن بعد میرے ... زیادہ اظہار محبت کرنے پر بھی وہ سرد مہری بنی رہتی

بنا دیتی ہے۔

خاوند اس دلی جذبۂ محبت کے عدم وجود کا خواہ ذکر نہ کرے۔ تاہم اس سے اُسے رنج بہت ہوتا ہے۔ اور یہ گہرا ناقابل بیان رنج ہی اکثر خاوند کی محبت کے خاتمہ کی ابتدا ہوتا ہے۔ مردوں کو اس بات کا احساس کر کے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوبہ کی طبیعت سے واقف ہیں اور کہ انکی محبوبہ سمجھدار عورت ہے

جب اس ناقابل بیان غلط فہمی کو پیدا ہوئے چند دن گذر جاتے ہیں تب اگر مرد شکیہ طبیعت کا ہو۔ تو وہ اپنی عورت کے چال چلن پر شک کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ خیال کرنے لگتا ہے۔ کہ میرے ساتھ اسکی محبت کم ہونے کیوجہ یہی ہے۔ کہ اس کی کسی غیر مرد سے لڑ گئی ہے۔ جب کبھی وہ اس میں جذبۂ محبت کی معدومیت کا خیال کر کے حیران ہوتا ہے۔ تو وہ اس میں اپنا کوئی تصور نہیں دیکھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرے دل میں تو اس کے لئے ویسی ہی صادق محبت اور ویسی ہی زبردست خواہش ہے۔ جیسی کہ پہلے تھی۔ اسے یاد آتا ہے کہ کچھ دن پہلے میرے جذبۂ محبت کے جوش میں آنے پر اس میں بھی یہی جذبہ موجزن ہو جاتا تھا۔ اب ان سب باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ اس قیاس پر پہنچتا ہے اور یہ قیاس اسے ٹھیک اور مدلل بھی معلوم ہوتا ہے کہ یا تو میری عورت نیک چلن نہیں یا ناقابل فہمیدہ ناموافق اور
زاج ہے یہ دونو ہی خیال دیوانہ کر دینے والے ہیں۔

اج سے معمولی آدمی بہت گھبراتا ہے۔ متلون مزاجی اسکی
کو ناکارہ کر دیتی ہے۔ عورت کی طبیعت کا چنچل پن

قوت ادراک کی عدم موجودگی کے سبب ہے یا ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ادراک یعنے دلیل کرنے کی طاقت مرد کی نہایت قیمتی اور بڑی محنت سے حاصل کی ہوئی چیز ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان دیگر حیوانات پر فائق ہے۔ اس لئے وہ معقولیت کی ہتک برداشت نہیں کر سکتا۔

مرد کو یہ تسلیم کرنے سے بہت رنج ہوتا ہے کہ میری عورت میں معقولیت اور غور و خوض کا مادہ نہیں۔ وہ اس خیال کو اپنے دل میں پیدا ہوتے ہی دبا دینا چاہتا ہے۔ عورت کی عقل اس کے جوڑے کے نیچے ہوتی ہے۔ وہ اس ناپسندیدہ کہاوت کا اپنی محبوبہ پر عائد ہونا برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر عموماً ایسا ہوتا ہے کہ نوجوان کو اسبات سے بڑا رنج اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ کہ میرے فرط محبت کیوجہ سے میری عورت کو رنج ہوا ہے۔ تب وہ اپنے جذبات پر قابو پاکر اسے خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے آپ سے دریافت کرتا ہے "کیا مذہب اور اخلاق کی کتابیں مرد کو اپنی خواہشات شہوانی پر قابو پانے کی تلقین نہیں کرتیں؟" وہ نوجوانوں کی ہدایت کے لیئے لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ شروع کرتا ہے اور انہیں نفس پر قابو پانے کی ہدایات اور خود ضبطی کی تلقین سے پُر پاتا ہے۔ پھر اس کا دوسرا کام یہ ہوتا ہے کہ بیوی کے ساتھ اظہار محبت کو کم کرے۔ اب گہری شام ہونے پر بیوی کی محبت سے کھچے ہوئے گھر آنے کی بجائے وہ بہت رات گئے تک ادھر ادھر کی باتوں اور دوست آشناؤں کے ساتھ گپ شپ میں مصروف [illegible]
یا کوئی سخت محنت کا کام کرنے لگ جاتا ہے۔

اس وقت اگر اس کے آنکھیں ہیں۔ اور پرماتما نے اسے تھوڑی سی بھی
عقل دی ہے۔ تو اسے یہ دیکھ کر افسوس اور حیرت ہوتی ہے کہ گھروالی ابھی
تک بھی رنجیدہ ہے۔ تمام نیک نوجوانوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم اپنی محبوبہ
کے جذبات کو سمجھ سکیں۔ اس لئے خاوند التجاؤں درخواستوں اور پیار کے
ذریعہ عورت سے اس کے دلی رنج کیوجہ دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے
اس کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے۔ کہ جس اظہار عشق کیوجہ سے حال ہی میں
وہ مجھ سے دور بھاگتی تھی۔ اور جس خواہش شہوانی کو میں نے قوت روحانی سے
اتنی مشکل سے دبایا تھا۔ اس بار میری طرف سے اسی عاشقانہ چھیڑ چھاڑ کے
نہ ہونے کیوجہ سے وہ کبیدہ خاطر ہے۔ وہ عالم مایوسی میں اپنے آپ پر
سوال کرتا ہے کہ مرد کو کیا کرنا چاہیئے؟ اگر وہ لکھا پڑھا ہے تو وہ اغلباً امور
خانہ داری اور نوجوانوں کے فرائض پر جتنی بھی مطبوعہ کتابیں اسے مل سکتی ہیں
ان سب کو اپنے اندر ڈال لینے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ان میں اسے
اصلی ہدایات کا ملنا ممکن نہیں۔ انسے اسے یہی ہدایت ملتی ہے کہ اسے ہر نقطہ
نگاہ سے اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن مصنف کے
اپنے رویہ کے مطابق وہ دیکھے گا۔ کہ اپنے آپ پر قابو پانے کا مطلب
وہاں یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ہفتہ میں تین بار یا مہینہ میں ایک بار سے
زیادہ یا اولاد پیدا کرنے کے سوائے کبھی بھی ہم بستری نہ کرنی چاہیئے۔ اس سے
ہنی کوئی بھی مدلل ہدایت وہاں نہیں ملتی۔
لیتے ہیں اپنی مزاج کے مطابق وہ خود پر قابو پانے

کی مشق شروع کردے۔

لیکن ایسا ممکن ہے اور عموماً ہر ایک شادی میں ایک یا کئی بار ایسا ہوتا بھی ہے۔ کہ ایک رات ایسی آتی ہے جب مرد جس نے نہایت بہادری سے خود پر قابو پانے کی مشق کی ہو۔ اچانک اپنی عورت کو بستر پر اکیلی آہیں بھرتے اور کروٹیں بدلتے دیکھتا ہے۔

وہ بلا واسطہ طور پر اپنے ڈاکٹر یا دوستوں سے مشورہ لیتا ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا ڈاکٹر یا اس کے دوست اس مضمون کے بڑے سے بڑے ماہروں سے کچھ زیادہ بتا سکتے ہیں؟ مشہور عالم پروفیسر فورل Professor Forel سیکشوئیل کوسچن Sexual Question انگریزی ترجمہ ۱۹۰۸ء ذیل کا مشورہ دیتا ہے

"ریفارمر لوتھر نے جو کہ ایک عملی انسان تھا تیز ترین قوت شہوت کے دنوں میں دو یا تین بار ہمبستری کرنے کا اصول رکھا ہے [۱] میں کہہ سکتا ہوں کہ بطور ایک ڈاکٹر کے میرے بے شمار مشاہدوں نے اس اصول کی تائید کی ہے۔ یہ اصول اس قدرتی حالت کے بالکل مطابق معلوم ہوتا ہے جسکے تابع [۲]

[۱] سشرت میں لکھا ہے کہ سردیوں میں زیادہ سے زیادہ چوتھے دن بعد بسنت میں ایک ہفتہ بعد گرمیوں میں ایک مہینہ بعد اور برسات میں پندرہ روز بعد ہمبستری کرنی چاہئے (مترجم)

[۲] اتنے بڑے اور فراخ دل اہل خیال کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سوال کے عورت کے نقطۂ نگاہ پر یا اس کی قدرتی ضروریات پر اب تک کتنا کم دھیان دیا گیا ہے

انسان نے خود کو ہزار ہا سالوں میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ جو خاوند اس واسطے
کو تسلیم الایام کا ثبوت شدہ نہیں سمجھتے انکا دعوے غلط ہے۔ کیونکہ
قانون قدرت کی پیروی کرنیوالے مرد کے لئے اس سے زیادہ بار کی صحبت
سے بچنا بالکل ممکن ہے اور اس طرح برہمچریہ رکھنا اس کا فرض ہے۔ یہ نہ صرف
عورت کے بیمار ہونے کے دنوں میں ہی ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کے حیض آنے
یا حاملہ ہونے کے دنوں میں بھی"
اکثر آدمی اتنے سمجھدار نہیں ہونگے کہ وہ اس ہدایت پر عمل کر سکیں۔ کیونکہ
اس میں زندگی کا اعلےٰ معراج دکھایا گیا ہے۔ لیکن بخلاف اس کے کئی
ایسے بھی ہیں۔ جو اپنی شہوانی خواہش کے لئے اور اپنی محبوبہ کی خوشی اور اس
طرح اپنی زندگی کی راحت کے حصول کے لئے بھی صرف یہاں تک ہی
نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنے آپ پر قابو پانے پر تیار ہیں۔
وہ عورتیں اس سے بھی کتنا ہی زیادہ خود ضبطی کرنے پر بخوشی تیار ہوں
مگر مرد کے لئے بڑا سوال ہے کہ کہاں تک؟ اس علم کے بہت سے ماہر
لوگوں کو کئی طرح کے اور علیحدہ علیحدہ ڈھنگوں پر چلانا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے
کہ نوجوان خاوند پہلے ایک ماہر کی ہدایت پر چلکر دیکھے اور پھر دوسرے کی
ہدایت پر۔ اور پھر بھی اپنی عورت کو غیر مطمئن ناقابل فہمید اور متلون مزاج
پائے آخر وہ دل شکستہ ہو کر تھک جائے اور عورت اپنے بیوی کے فرائض
میں رضامندی کی خشک مایوسی میں ڈوب جائے۔ اس وقت خاوند کے
دل میں بدلہ لینے کے جذبہ سے بھری ہوئی آگ کی لپٹیں اٹھتی ہیں۔ کبھی

کبھی اس کے دل میں آتا ہے۔ کہ اگر وہ اتنی چنچل نہ ہوتی۔ تو بھی ہم اپنے دن خوشی سے گذارتے۔

بے شمار مصنفوں۔ ناول نویسوں۔ شاعروں اور ڈرامانویسوں نے انسانی زندگی کی عظیم مصائب کا ذمہ وار زنانہ فطرت کی لازوال ناموافقت کو ٹھیرایا ہے۔ رحم دل طبیعت کے مرد شاید ذرا بھی خواہ کے طور پر مسکرا کر ہم سے کہتے ہیں۔ کہ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ قدرتی زیادہ طفلانہ اور کم مدلل ہوتی ہیں تلخ مزاج لوگ عورتوں کی جس بات کو سمجھ نہیں سکتے اور جو انکی عقل کو حیران کردینے کیوجہ سے انہیں غیر مدلل اور بیوقوفانہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ کائنات کے ہر ایک صیغہ میں قدرتی اصولوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہ اس نہایت ضروری مضمون کو جس کا ستاروں کے ناموں کی کھوج اور کیڑوں کو اکھٹا کرنے کی نسبت ہمارے ساتھ ہزار ہا گنا زیادہ تعلق ہے۔ نظر انداز کردیں۔ عورت یقیناً چنچل بدھی رتلون مزاج نہیں ہے۔ اگر اصول کی موجودگی کا شبہ کیا جاتا تو اس کی ہستی کے بعض اصول مدت سے دریافت ہو چکے ہوتے لیکن ہماری سوسائٹی کی عام بناوٹ ہی اس بات کے موافق واقع ہوئی ہے۔ کہ مرد عورتوں کو غیر مدلل اور چنچل بدھی جاندار سمجھتے ہوئے اپنے ہمنشیں۔ اشتباہ اور نفرت سے ناک چڑھائیں۔ لیکن جب اپنی غرض ہو۔ تو انکے سامنے ناک بھی رگڑ لیں۔ مگر توجہ دے کر انکا مطالعہ نہ کریں۔

مردوں نے شاید غیر معین طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ زندگی کا دلکش ہونا عورتوں اور مردوں کے جنسی اختلاف۔ یعنے عورت اور مرد کے تولیدی فرائض کے اختلافات کی وجہ سے ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ آسان اصول گھڑ لیا ہے۔ کہ عورتوں کا متلون مزاج ہونے میں ہی مردوں سے فرق ہے۔ علاوہ ازیں اس سرد مہری کو جو زندہ دل سے زندہ دل عورت میں بھی کبھی کبھی آ جاتی ہے۔ متلون مزاجی کا ہی نتیجہ سمجھ کر مرد جب دل چاہے عورت کو ضد سے اپنی خواہش شہوانی کے پورا کرنے کے لئے تیار کرنے کی خواہش کو لاعلمی سے مناسب سمجھتا رہا ہے۔

حالات کچھ ایسے ہیں۔ کہ اب تک موجد اور علمی تفتیش کرنے والے مورخ اور اعداد و شمار جمع کرنے والے۔ شاعر اور کاریگر عموماً مرد ہی ہوئے ہیں۔ اس سے مشترکہ زندگی میں عورت کے پہلو کا بہت تھوڑا یا نفی کے برابر اظہار ہونے پایا ہے۔ جہاں تک اُسے مالی غلامی کے دباؤ میں رہنا پڑتا ہے اور اولاد پیدا کرنے کے وقت حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ عورت حتی الامکان اس حد تک مرد کی خواہش کے مطابق وطیرہ اختیار کر کے اُسے تشفی دلاتی رہی ہے۔ اس نے اپنے قدرتی احساسات اور اپنے گہرے خیالات کو دبائے رکھا ہے۔

زیادہ تر عورتوں نے عقلی طور پر اس بات کا کبھی احساس ہی نہیں کیا لیکن اکثر کو انکو اس کا مدھم سا علم ہوا ہے۔ کہ عورت کی فطرت اس چیز کو بس میں کرنے کے لئے بنی ہے جس پر مرد کا اتنا بھی بس نہیں۔ جتنا کہ اس

سمندر کی لہروں پر ہے۔

سمندر آدمی کو مطیع اور مغلوب کر کے اس کے بکوشش تمام بنائے ہوئے پشتوں پر ہنستا ہے۔ لیکن عورت اپنے جسم پر مرد کی خواہش کے سامنے جھک جاتی ہے اور مرد اس کی خواہشات کی پرواہ نہ کر کے اپنا اختیار سمجھتا ہے کہ اس کی نزدیکی کرے یا نہ کرے۔ عورت رُوپی سمندر کی کچھ لہریں مرد کی حکم عدولی کرتی اور اسے دھکاتی ہیں۔ جیسے کہ حیض کے ماہواری آنے کی لہر حمل میں بچے کے بڑھنے کے دس قمری مہینوں کا زمانہ اور دسویں مہینہ کے خاتمہ پر بچے کی پیدائش۔ یہ عناصر اتنے زبردست ہیں۔ کہ ان پر مرد قابو نہیں پا سکتا۔ لیکن صنف نازک (عورت) کے جوار بھاٹے کی لطیف لہروں کو مرد نہیں دیکھ سکا۔ انکی وہ پرواہ نہیں کر سکا۔

مثال کے طور پر دیکھئے اگر کوئی تیراک سمندر کے ریتیلے کنارے پر اس وقت پہنچا ہے۔ جب کہ جوار اُتر چکا ہے اور لہریں پیچھے ہٹ چکی ہیں۔ جس سے جہاں اسے گہرا نیلا پانی دیکھنے کی توقع تھی۔ وہاں اب خشک ریت ملتی ہے تو کیا وہ غسل سے محروم رہنے کی وجہ سے غصہ میں سمندر کو متلون مزاج کہے گا؟[1]

---

[1] عالم حیوانات میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب مادہ میں شہوت کی لہر اٹھتی ہے۔ یعنے وہ گرم ہوتی ہے تب ہی وہ نر کو نزدیک آنے دیتی ہے۔ نر بھی دور سے ہی مادہ کے گرم ہونے کو کسی لطیف طریق سے سمجھ جاتا ہے۔ میں نے ایک ایسے آدمی۔ کے متعلق سنا ہے جو عورت کو دیکھ کر ہی پہچان لیتا تھا کہ یہ حیض والی ہے اس نے اپنے اس وصف کا امتحان بھی دیا تھا (مترجم)

لیکن نازک سے نازک طبیعت کے خاوند کو بھی اپنی عورت کی سرد مہری اور محبت کی کمی میں محض متلون مزاجی نظر آتی ہے۔ جب کہ وہ شہوت کی لہر کے اتر جانے پر بھی اپنے جسم کو اس کے پیش کر دیتی ہے۔

اس سوال کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور اس پر سوسائٹی نے شاید اور بھی کم دھیان دیا ہے۔

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ عورت میں وصال کا جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے۔ لیکن مرد اس کی خواہش کے لطیف نشانات کو پہچان نہیں سکتا۔ ایسی عورت کی حالت سخت قابل رحم ہوتی ہے اس مصنوعی زندگی کے زمانہ میں مرد کی خواہش سطحی ضرورت ہوتی ہے۔ جو فوراً سیر ہونے والی۔ بیرنگ اور خوبصورتی سے خالی ہوتی ہے اس کو اس عشق اور راز و نیاز کی گہری چالوں کا علم نہیں ہوتا جبکہ عشق کے رازوں سے واقف ہی لے سکتا ہے۔ ایسے مرد کو اسکی عورت دراصل بلاوجہ ہی غصہ در یا متلون مزاج یا ضدی معلوم ہو سکتی ہے عورت میں عجیب جلوہ ہیں اٹھ رہی ہیں یہ خوشبودار ہیں اور ان میں نسل انسانی کے بے شمار تجربات بھرے پڑے ہیں۔ یہ تجربات اس قدیم زمانہ سے شروع ہوتے ہیں جس میں انسان کو فرصت بہت ہوتی تھی اور وہ پھولوں کی مالائیں گوندھ کر اظہار محبت کیا کرتا تھا۔ عورت کے جسم کے سمندر میں اُٹھنے والی یہ عجیب لہریں اُسے اظہار مسرت اور اپنے آپ کو دکھلانے کے لئے مجبور کرتی ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ابتدا میں پہلا قدم مرد اٹھائے اور عورت کے جذبہ محبت کو سمجھنے اور اس کا خیر مقدم کرنے کو

کر اسے ڈھیلا کر دیتے ہیں اور مکمل وصال کی خاطر عورت کو جسمانی طور پر تیار کرنے کے لئے خاوند کے پاس سب سے پہلا اور یقینی طریق یہی ہے[۱]

اسی طریق سے اُس نے اس کی قدرتی خواہش کو پورا کر دیا۔

پہلے وہ اس خواہش کو بھڑکانے کے لئے کبھی کوئی کوشش نہیں کرتا تھا اس لئے انکے وصل میں عورت کو کبھی کوئی جسمانی راحت حاصل نہ ہوتی تھی۔ ایسے شرمیلے اور بے پرواہ خاوند جو اپنی غرض سے ہی غرض رکھتے ہیں۔ اس درد دل بلکہ غصہ کو بہت کم جانتے ہیں۔ جو عورت کے دل کو کیڑے کی طرح اندر ہی اندر کھاتا رہتا ہے۔ اور آخرکار اسکی ساری صحت بدنی کی جڑ کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔

عموماً مرد ان پرانی مجلسی رسوم کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ جو عورت اور مرد کے وصال کا علم حاصل کرنے کی مذمت کرتی ہیں۔

ہماری مجلسی زندگی کی یہ ایک روایت ہو گئی ہے۔ کہ عورت کا اپنے اور اپنے مستقبل خاوند کے جسم کے متعلق کچھ نہ جاننا اعلےٰ درجہ کی شرافت سمجھی جاتی ہے۔ یہ بھولا پن کبھی کبھی تو یہاں تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ کہ شادی ہو جانے پر کئی لڑکیوں کو اتنا بھی علم نہیں ہوتا۔ کہ خاوند کے ساتھ ہمارے

---

[۱] کام شاستر (علم عشرت) کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مرد کے عورت کے پستان کو ملنے کی طرح چھاتیوں کو چومنے سے بھی عورت میں جذبۂ شہوت متحرک ہو جاتا ہے۔ اس وقت ہندوستان میں یہ طریق مروج نہیں۔ شاید انگلینڈ میں ہو۔

(مترجم)

جسمانی تعلق ان تعلقات سے بالکل مختلف ہونگے۔ جو ہمارے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ جب ایسی لڑکی کو اپنے خاوند کے جسم کی اصلی شکل کا علم ہوتا ہے اور وہ معلوم کرتی ہے۔ کہ بطور بیوی کے مجھ سے کیا کام لیا جاتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ اپنے خاوند کی خواہش کو پورا کرنے سے وہ بالکل انکار کر دے۔

میں میاں بیوی کے ایک جوڑے کو جانتی ہوں۔ میاں کو بیوی سے کمال کی محبت تھی۔ لیکن بیوی کو جب پہلی بار معلوم ہوا کہ شادی کسے کہتے ہیں تو اسے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اس صدمہ کے دور ہونے میں کئی سال لگ گئے۔ تب کہیں جا کر اس نے اپنے خاوند کو اپنی "نزدیکی" کی اجازت دی۔ اتنی دیر غریب کو وصال کی بجائے انتظار کا مزہ دیکھنا پڑا۔

ایسی عروسوں کی تعداد بھی کم نہیں جنہوں نے کسی بے سمجھ جلد باز کے ساتھ شادی کی پہلی رات کی دہشت سے خودکشی کر لی۔ یا جو پاگل ہو گئیں شادی کے رازوں کا کچھ بھی علم حاصل کئے بغیر لڑکیاں شادی کے قابل عمر کو پہنچ سکتی ہیں۔ یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی۔ اگر کوئی اس قسم کی حقیقی مثال موجود نہ ہوتی۔ ایک اعلےٰ درجہ کی تعلیمیافتہ خاتون میری گہری سہیلی ہے اس نے مجھے بتایا۔ کہ جب میری عمر کوئی اٹھارہ سال کی تھی۔ تو مجھے کئی مہینوں تک اس وہم سے بھاری فکر دامنگیر رہا۔ کہ چونکہ ناچ میں ایک شخص نے اچانک میرے لبوں کا بوسہ لے لیا ہے۔ اس لئے جلد میرے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ ایک دوسری لڑکی نے مجھے بتایا۔ کہ

اسے بھی اس طرح نہ صرف دلی رنج ہوا۔ بلکہ ایک بار بوسہ لینے کی وجہ سے پیدا ہوئے خوف کا اس پر ایسا برا اثر پڑا کہ کئی مہینوں تک اسے حیض ہی نہ ہوا

جب اس طریقہ پر پرورش یافتہ لڑکیاں رشتہ شادی میں منسلک ہو جاتی ہیں۔ تو خاوند کا "تھالی نہیں تو ہاتھ پر ہی دے دو" کے مصداق ہم بستری کے لئے ضد کرنا زنا بالجبر کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسی دلہن کے لئے بعد میں بھی کبھی ہم بستری کے حظ کا احساس کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی ابتدا اس کے دل پر یہ خیال منقش کر دیتی ہے۔ کہ مردوں میں حیوانیت کا جذبہ غالب ہے۔

میں نے ایک رسالہ میں ایک نظم دیکھی ہے۔ جس میں عورت کے اس قسم کے رنج کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے

کچھ کچھ پانی نکالنا آنتم دو یک
سوارتھ سدھی ہے لکش جہاں یہ کیول ایک
وہ لمپٹ نرنقلی پتی ہیں بنے ہمارے
سب سہاگ کو لوٹ ہر یہ سُوا کر مارے
جیون کی اُدبیت اُمنگوں کو جھلسا کر
رزادھار جیون گجک ہیں ٹپکیں لاکر
پھیلا فیشن جال ہر یں اُلتاہ پر گتی ہیں
یہ بھاریا کے بھاؤ ہی کیا سچے پتی ہیں؟
نئی جوانی نئی امنگوں کے یہ دتسر

منہ بائے کھانے آتے ہیں ہم کو ہنسکر
ہم ناٹک کر رہیں۔ سوامی کی بغلگیر ہو
شانتی پراپتی کا مارگ چاہتیں یوں ابھر ہو
نہیں وکاس کا دوار کہیں بھی کھلا ہُوا ہے
پورن ناش کے ہیتو گیت دل تلا ہوا ہے
ہم ان کی ونود سامگری ہیں اور داسی
آستین کے سانپ ہیں دیتے پھانسی خاصی

کیتھرائن نیلین اور پنڈت اودے شنکر

صدق دلی اور رقیق القلبی سے شادی کرنیوالے کئی مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پیشتر سے بازاری محبت کا کچھ تجربہ ہو۔ ان سے عصمت فروش بازاری عورتوں کی برائیوں کو آدرش (نمونہ) ماننا اپنی عورت سے متعلق تجربات کو اچھا یا برا کہنے کی غلطی کرنے کی بڑی توقع ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ بازاری عورتیں ہم بستری کے وقت حظ اور لطف پیدا کر دیتی تھیں۔ اس لئے اگر شادی شدہ عورت ایسا نہیں کرتی۔ تو اس میں قوت جماع یا تو ہے ہی نہیں۔ یا اعتدال سے کم ہے وہ نہیں جانتے کہ بازاری عورتیں جتنی جسمانی حرکات کرتی ہیں وہ عموماً نقلی اور محض دکھلاوے کی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کی عصمت کے خریدار کو حظ تب ہی آسکتا ہے جب کہ اس سے بغلگیر عورت اس کے ساتھ ایک ہی وقت میں حظ محسوس کرے۔

فورل (The Sexual Question) انگریزی

ترجمہ ۱۹۰۸) کہتا ہے" بازاری عورتوں کی صحبت سے مرد اکثر اپنی عورتوں کی سائیکولوجی (باطنی حالت) کو سمجھنے کے ناقابل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ زنان بازاری خود بخود چلنے والی ایسی مشینیں ہیں۔ جو مرد کی خواہش شہوانی کو پورا کرنے کے لئے سدھائی گئی ہیں۔ جب مرد ان میں گھریلو عورتوں کی جماع کی باطنی حالت کی تلاش کرتا ہے۔ تو اسے صرف اپنا ہی آئینہ ملتا ہے"

پھر بھی بازاری عورت کی نقلی مستی اور نخرے میں کشش کی بھاری طاقت ہے۔ کیونکہ وہ کسی حقیقی بات کی نقل کرتی ہے۔ وہ بات ایسی ہے جو ہر ایک عورت میں جب جب بھی وہ خاوند سے ہم بستری کرے۔ ضرور ہونی چاہیے[۵]

یہ بجلی کی طاقت ہر ایک عورت میں بندھی رہتی ہے۔ خاوند کو چاہیے۔ کہ موزوں طور پر اس چابی کی تلاش کرے۔ جو اس تالے کو کھول سکتی ہے اور یہ چابی تمام مستورات میں ایک ہی جگہ پر نہیں ہوتی۔

عموماً قسمت بھی مردوں کو دغا دیتی ہے۔ جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ تعداد میں اعلیٰ سپرٹ کے نوجوان شادی سے پہلے نیک و پاک رہنے کی کوشش کرتے اور رہتے ہیں۔ اب اگر مرد کسی ایسی عورت سے

---

[۵] پدم پران میں پتی برتا استری کے گن بتلاتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جو کھانا کھلانے میں ماں کی طرح، مشورہ دینے میں وزیر کی طرح اور ہمبستری میں بازاری عورت کی طرح ہے وہ پتی برتا ہے۔ دیکھو میری بنائی "آدرش پتنی" صفحہ ۵۔

(مترجم)

شادی کرتا ہے۔ جو پہلے ہی اپنی عصمت کو داغدار کر چکی ہے اور جس میں محبت کے لئے ادب کا کوئی جذبہ نہیں رہا۔ یا برخلاف اس کے جو اتنی پاک دامن اور بناوٹی شرمیلی ہے کہ وہ اُسے اپنے نزدیک نہیں آنے دیتی۔ تو مرد کا وہ کڑا ضبط بے فائدہ ہو جاتا ہے اور اسے رنج ہوتا ہے۔ اس کے خلاف یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ نوجوان اپنے تیز جذبۂ شہوت کو قابو میں رکھنے کے لئے کئی سالوں تک بھاری کوشش کرتا رہے اور پھر اسے چھوڑ کر ذرا آرام لینے کے لئے کبھی کبھی بازاری عورت کے ہاں چلا جائے اور پھر بعد کی زندگی میں اسے ایک ایسی عورت مل جائے۔ جس کے ساتھ وہ اپنے پچھلے گناہ آلودہ افعال کے لئے اظہار افسوس کرنے اور اس کے لئے اُس سے معافی حاصل کرنے کے بعد شادی کرے۔ تب وہ عمداً اپنی عورت کو دوسری عورتوں کے مقابلہ پر کمتر درجہ کی بتا کر یا شاید (گو ایسا ہوتا بہت کم ہے) اسکو ان سے بالکل ایک الگ چیز سمجھ کر رنجیدہ کر سکتا ہے۔ میں ایک ایسے آدمی کو جانتی ہوں۔ جسے بد چلنی کی زندگی کے بعد ایک ایسی عورت ملی۔ جس کی وہ پرستش اور عزت کرتا تھا۔ وہ اس کو پاکدامنی یعنے دوسری عورتوں سے امتیاز کی حفاظت کے خیال سے اس کے ساتھ کبھی ہم بستری نہ کرتا تھا عورت سخت متحیر تھی اور وہ بہت رنجیدہ خاطر تھی۔ کیونکہ وہ اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اور اولاد کے لئے بے چین رہتی تھی۔ جب وہ دُبلی ہو کر پیچ وتاب کھانے لگی۔ تو حضرت سمجھنے لگے کہ اس کے دُبلا ہونے کی وجہ اس کی چنچلتا اور متلون مزاجی ہے۔

شاید یہ آدمی اپنے چلن کو زیادہ پاکیزہ شکل میں دیکھ لیتا۔ اگر اُسے معلوم ہوتا کہ کئی جاندار ایسے ہیں۔ جو اپنے ساتھی کے ساتھ "نزدیکی" نہ ہونے کی وجہ سے ہی مرجاتے ہیں۔ دیکھو ضمیمہ کا نوٹ نمبر (ا)

مرد کے ساتھ ہم بستری کرنے سے عورت گر جاتی ہے۔ یہ ایسا خیال ہے۔ جو ہمارے موجودہ زمانہ میں مضبوط جڑ پکڑ چکا ہے۔ اس وہم کی کئی وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو برہمچاری رہنے کے آدرش (معراج) کی بہت تعریف کا ہوتا ہے اور دوسری یہ بات ہے کہ مرد عورت کو اس کی خواہشات کی ذرا بھی پرواہ نہ کر کے ایک آلہ کے طور پر استعمال کرتا رہا ہے۔ اس لئے عورت کی تربیت اور مجلسی جذبہ کا رجحان زیادہ تر خود کو اس سے آزاد کرنے کی طرف ہی رہا ہے۔ اسی سے اس خیال کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات کی زندگی ادنٰی۔ مادی اور گذرنے والی ضرورت ہے جس کا پورا ہونے دینا ایک پاک دامن عورت کی شان کو گھٹانے والا ہے۔

زمانہ شادی میں خاوند نے ہم بستری کے خاوندانہ حقوق کا حسب منشاء خود استعمال کیا ہے۔ قانونِ وقت اور رواج نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے۔ کہ مرد کو اس بات کا حق ہے۔ کہ جب چاہے۔ بیوی کو اپنی آغوش میں لے لے۔ اس معاملہ میں عورت کی اپنی خواہش اور بنیادی ضرورت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کہ عورت میں سمندر

کے جوار بھاٹے کی طرح خواہش شہوانی کا اُتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ اور اگر اس کی علامات کو پہچانکر عمل کیا جائے۔ تو اس سے عورت کو نہ صرف حظ ہی حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے متلون مزاج ہونے کی فرضی کہانی بھی نہیں ٹھیر سکتی۔ ہم نے پانی۔ آواز اور روشنی کی ترنگوں کی لمبائی کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن آدمزاد لڑکے اور لڑکیاں عورت کی ہم بستری کی خواہش کی لہر کا کب مطالعہ کریں گی؟ اور ان اصولوں کو کب جانیں گی جن کے مطابق عورت میں خواہش شہوانی خاص موقعوں پر پیدا ہوتی ہے

عورتوں کے متعلق مردوں کے فیصلے شاید ہی غیر جانبدارانہ علمی تجربات پر مبنی ہوں ۔ بلکہ ان کی اپنی نفسانی امنگوں اور عشق کے میدان میں اپنی اخلاقی روش کے رنگ سے رنگے ہوتے ہیں ... عورتوں کی خواہش شہوانی کے متعلق مردوں کے بیان سے اتنا عورتوں کا حال نہیں کھلتا ۔ جتنا کہ خود ان مردوں کی اپنی حقیقت آشکارا ہوتی ہے ۔

(ہیویلاک ایلس)

زیادہ تر نفیس آدمی یہ سمجھتے ہیں ۔ کہ عورت میں خواہش شہوانی کے ولولے خود بخود پیدا نہیں ہوتے ۔ اس سے میرا مطلب جذبات کے ماتحت ہو کر کسی کے دام محبت میں مبتلا ہونے سے نہیں ۔ بلکہ جذبۂ شہوت کے بھڑکنے کی ایک ایسی جسمانی اور علم الاجسام سے تعلق رکھنے والی ایک ایسی حالت سے ہے ۔ جو کسی خاص شخصیت کے خیال کو چھوڑ کر خود بخود پیدا ہوتی ہے ۔ دراصل یہ سدا کرنے کی طاقت رکھنے والا ولولہ ہے ۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کی طاقت

زندگانی کا مظہر ہے۔ صرف بدچلن مستورات میں ہی (خصوصاً شادی سے پہلے) ایسے جذبات ہوتے ہیں۔ یہ خیال انگلینڈ میں اتنا زیادہ پھیل رہا ہے۔ کہ زیادہ تر عورتیں ایسی ہیں۔ جنہیں مرنا منظور۔ لیکن تسلیم کرنا منظور نہیں۔ کہ ہمیں کبھی کبھی ناقابل بیان لیکن بھوک پیاس کی طرح تیز جذبہ شہوت کا احساس ہوتا ہے۔ پھر بھی سادہ اور قدرتی طور پر یہ تسلیم کر کے کہ تندرست خواتین ہونے کی وجہ سے انکو ضرور اس ولولہ کا احساس ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ان سے صرف اتنا دریافت کرنے پر کہ کب؟ اکثر خواتین نے اپنی طبائع کی سچی باتیں میرے سامنے ظاہر کر دی ہیں۔ انکے جوابوں میں سے میں نے کئی ایسی سچائیاں اکٹھی لی ہیں۔ جو عورتوں کے متعلق کئی بنے بنائے مسلوں کو پلٹنے کے لئے کافی ہیں۔

کئی مضحکہ خیز بیہودہ خرافات جن کو سائنس کا نام دیا گیا ہے

Centralblatt für Gynäkologie:

کتاب میں Abnormality کے بیان سے واضح ہو جاتے ہیں۔ تندرست عورت خصوصاً اونچے گھرانہ کی عورت میں مباشرت کی سمجھ ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ حاصل کی جاتی ہے۔ جہاں یہ سمجھ ذاتی طور پر موجود ہو یا خود بخود پیدا ہو جاتی ہو۔ وہاں استثنے یا اصول شکنی سمجھنی چاہیئے۔ کیونکہ مستورات میں شادی سے پیشتر یہ درک نہیں ہوتا۔ اس لئے جب انکے پاس اسے سیکھنے کے لئے زندگی میں کوئی موقعہ نہیں۔ تو وہ اسے کھوتی نہیں۔

(مترجم ایس)

اس خیال کی نزدید ہیرا می کہانی میں ملتی ہے جسے ایلن کی نے بطور حوالہ پیش کیا ہے ۔ ہیرا نے آرٹس کو دنیا میں اس لئے بھیجا کہ ایسی تین پاک دامن دوشیزہ لڑکیاں تلاش کر کے لائے ۔ جن کے دل خواب میں بھی محبت کی کٹار سے مجروح نہ ہوئے ہوں ۔ آرٹس نے انہیں پا تو لیا ۔ لیکن وہ انہیں فرشتوں کی دنیا (olympus) میں نہ لے جا سکا کیونکہ انکو پہلے ہی سال خوردہ ناقابل کار چڑیلوں کی خالی جگہیں پُر کرنے کے لئے دوزخ میں بلایا جا چکا تھا ۔

تاہم یہ سچ ہے ۔ کہ لڑکیوں کی تمام تعلیم نے جس میں زندگی کی ضروری سچائیوں کو ان سے زیادہ تر پوشیدہ رکھا جاتا ہے ۔ اور اسی بات کی پُرزور تلقین نے کہ مباشرت کے متعلق واقفیت حاصل کرنا بُرا اور شرمناک فعل ہے ۔ ساتھ ہی اس مجلسی حالت نے جو کثیر التعداد مستورات کو نہ صرف اپنے عیش و عشرت کے سامان کے لئے بلکہ زندگی کی ضروری گذران کے لئے بھی اپنے خاوندوں کا محتاج بنا رکھا ہے ۔ مستورات میں مباشرت کی قدرتی خواہش کو دبانے اور جو کچھ باقی ہے اس کو چھپانے اور مروڑنے کا کام کیا ہے ۔

یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے شمالی علاقوں کی عورتیں بہت مجموعی جنوبی علاقوں کی عورتوں کی نسبت طبعاً کم مستقل مزاجی سے متحرک ہوتی ہیں ۔ علاوہ ازیں یہ بھی سچ ہے ۔ کہ ہماری طوالت پکڑنے والی جوانی کی وجہ سے بلوغت کو دیر سے پہنچنے کے ساتھ عموماً ایسا ہوتا ہے ۔ کہ عورت کو تیس بلکہ

اس سے بھی زیادہ سالوں کی عمر تک پہنچنے سے قبل خواہش شہوانی کی ہستی
کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے کئی سال قبل وہ اثر جسکا اسے احساس
تو نہیں ہوتا۔ مگر وہ اس کے تمام جسم میں پھیلا رہتا ہے۔ اس پر سنجیدگی سے
اثر انداز ہوتا رہتا ہے یہ بھی سچ ہے۔ کہ کچھ تو ہماری رسوم۔ روایات اور
برادری کے قواعد کے روکنے والے اثر کی وجہ سے) اس خواہش کے
بیدار ہونے سے پیشتر ہی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ عورتیں شادی کی زنجیر میں
جکڑی جائیں۔ اور اس کے بعد دیر تک انہیں اس بات کا علم ہی نہ ہو
کہ وہ ان کے روم روم میں رم کر لہریں مار رہا ہے۔ بے شمار عورتیں ایسی
ہیں۔ جن میں انکے ساتھ خاوند کے باقاعدہ مباشرت کرتے رہنے کی
عادت سے نفرت پیدا ہو گئی۔ کیا اس حالت میں جب کہ عورت قدرتی طور پر مباشرت
کا حظ اٹھا سکتی ہے اور کیا اس حالت میں جب کہ ہم بستری سے اس کا کسی
حد تک دل اچاٹ ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کی قدرتی خواہش کی لہراتی ہوئی خمدار
لکیروں کو کھلا کر دیا ہے۔ ان میں اب وہ قدرتی خواہش کی لہر اس زور سے
پیدا نہیں ہوتی۔ مرد کے مطلب کے لئے عورت کو بطور آلۂ کار استعمال
کرنے کا در اصل ایک نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ وہ حقیقتاً ویسی ہی بن گئی ہے۔ ایسے
مرد۔ اور وہ کثیر التعداد ہیں۔ جو اچھی بیوی میں سچی خواہش کی عدم موجودگی کی شکایات
کیا کرتے ہیں۔ عموماً اس عدم موجودگی کا باعث وہ خود ہی ہوتے ہیں جب
عورت کے ساتھ ایسے اوقات پر مباشرت کی جائے۔ جب اس کو اس
میں قدرتی حظ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا ایسے ڈھنگ سے اس کے ساتھ

مباشرت کی جائے۔ کہ اس میں اس عجیب حظ کا لالچ ہی پیدا نہ ہو۔ تو مباشرت سے اس کی قوت زندگانی کم ہو جاتی ہے اور ایام محبت آنے پر بھی مباشرت کے حظ کا احساس کرنے کی اس کی قوت مر جاتی ہے۔

آج کل کے حالات کی مزاحمتوں سے عورتیں جس قسم کی بن گئی ہیں ان کے متعلق بلاشبہ یہ بات سچ ہے۔ کہ ان میں سے زیادہ تر کو شادی کے بعد ہی شہوت کی ہستی کا کامل طور پر احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم انسان ہیں۔ اس لئے شہوت کی خواہش کے مجلسی و ماغی اور روحانی پہلو نے عورت کی زناشوئی زندگی کی بنیادی علم الاجسام سے تعلق رکھنے والی صورت کو ڈھک دیا ہے۔ ایسی عورت کا ملنا آسان نہیں جس میں سب آپس میں اس طرح الجھی ہوئی نہ ہوں کہ کل اپنے جزوں میں منقسم نہ ہو سکے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ بیویاں (خصوصاً خوشحال بیویاں جن کے جذبات کسی غیر مرد کے ساتھ محبت کے سبب پیچیدہ نہیں ہو گئے) جو ملازمت یا تجارت کے سلسلہ میں اپنے خاوندوں سے مہینوں الگ رہی ہیں۔ مثلاً جن کے خاوند غیر ممالک کو گئے ہوئے ہیں۔ ایسی عورتیں ہیں۔ جن سے ان میں خاص وقت پر خواہش وصال کی لہر کے اٹھتے رہنے کی نہایت غیر مشتبہ شہادت حاصل کی جا سکتی ہے۔

ایسی عورتیں جو اپنے خاوندوں کی پیاری محبت اور نزدیکی کے لئے ہر روز جھورتی رہتی ہیں۔ علاوہ ازیں خاص اوقات پر خود میں آخری فعل زناشوئی کے جسمانی وصال یعنے مباشرت کی خواہش محسوس کرتی ہیں۔ ایسی کئی فرحت زدہ

عورتوں کو یہ خواہش محسوس ہوتی ہے اور جن کو میں نے وہ تاریخیں نوٹ کر لینے کے لئے کہہ رکھا تھا۔ انہوں نے اتفاق رائے سے مجھے بتایا ہے کہ یہ موقعے خصوصاً ایام ماہواری کے بالکل پہلے اور اس کے بند ہونے کے کوئی ایک ہفتہ کے بعد آئے۔ یعنی وہ لگ بھگ ہر پندرہ روزہ کے بعد آتے ہیں۔

ایسی ہی مستورات سے مجھے پہلے پہل اس بات کا علم ہوا۔ کہ عورتوں میں خاص وقفہ کے بعد خواہش مباشرت کے بار بار آنے کا اصول ہے۔ چند سالوں تک میں اس نہایت پیچیدہ سوال کا حتی الامکان علمی اور مفصل مطالعہ کرتی رہی ہوں۔ اکثر عورتوں کی کھلی اور علمی روش ہونے کیوجہ سے اور کئی ایک کے مجھ پر گہرا اعتماد رکھنے سے میں نے بہت سی نہایت دلچسپ سچائیاں دریافت کی ہیں۔ جن سے میں سمجھتی ہوں۔ ابھی ایک عام اصول نکالنا ممکن ہے۔ جو کہ طبی اور مجلسی نقطۂ نگاہ سے بہت قابل قدر ہوگا۔

اس کتاب کے پہلی بار طبع ہونے کے بعد سے مجھے اور بہت سی شہادت موصول ہوئی ہے۔ جس سے پہلے ثبوتوں کی خوب تائید ہوتی ہے۔ اس لئے میں عام تندرست عورت کے متعلق اپنے عام بیان کی نظر ثانی کرلے کے لئے کوئی وجہ نہیں دیکھتی۔ اس مضمون پر میری مفصل اور علمی تحقیقات کسی دوسری جگہ شائع کی جائے گی۔

عورتوں کی خواہش مباشرت کے خاص وقفوں کے بعد پیدا ہوتے رہنے کے میرے اصول کو ایک ٹیڑھی لائن کی شکل میں تصویر کے طور پر ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ سبھی لہروں کی لکیروں کیطرح اس میں بھی اونچے اور نیچے مقامات کا ایک

سلسلہ ہے اس کا بیان کرنا گو بڑا آسان اور نہایت اصولی ہے تاہم دوسری
اکساہٹوں کیوجہ سے جو اس میں مختلف قسم کی مخالفانہ لہریں یا بے قاعدہ
لہروں کی چوٹیاں لاسکتی ہیں۔ یہ عموماً نہایت ہی پیچیدہ کام ہو گیا ہے۔ ہم
سب نے سمندر کی چھوٹی چھوٹی باقاعدہ لہروں کو اس کے ریتیلے کنارے
کے ساتھ لگ کر ٹوٹتے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ پانی کے دوسرے
بہاؤ کے گھس آنے سے پہلی لہروں کے ساتھ زاویہ قائمہ بناتے ہوئے
لہروں کا ایک اور سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کو آر پار کاٹ دیتا ہے
اس طرح دو لہروں کے دو سلسلے ایک دوسرے میں سے ہو کر بہنے لگتے ہیں۔

عورت ایک ایسا اثر پذیر اور موافق آلہ ہے اور ہماری موجودہ مہذب
دنیا میں وہ کئی قسم کی ترغیبوں سے اثر پذیر ہونے کے اتنا قابل ہے۔ کہ یہ
دیکھ کر شاید ذرا بھی حیرت نہ ہوگی۔ کہ ابتدائی خواہش وصال کی گہری اور
زیریں لہریں اتنی پوشیدہ اور آپس میں اتنی الجھی ہوئی ہیں۔ کہ انکا باقاعدہ
سلسلہ اس کے سمندر کی چھوٹی چھوٹی لہروں والی چلبلاہٹ میں چھپ
گیا ہے۔ اور ان لہروں کی ہستی کا زیادہ تر کسی کو اشتباہ تک نہیں ہوتا۔
اور نہ ظاہراً انکا مطالعہ ہی کیا جاتا ہے۔

اس کا اس باب کے مضمون کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہونے کیوجہ
سے میں یہاں عورت میں خواہش مباشرت کے خاص وقفوں پر اٹھنے کے
متعلق اپنے قیاسات کا ایک مختصر اور عام فہم بیان دینا ضروری سمجھتی ہوں۔
لیکن اس سے پہلے عورت کی زندگی کے کئی دوسرے پہلوؤں پر غور

[illegible]نا ضروری ہے۔

ہر ایک قمری ماہ میں عورت کو جو حیض آتا ہے وہ اتنی آشکارہ بات ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اس کا زنانہ زندگی کے عام افعال کے ساتھ جو تعلق ہے اس کی نگاہ سے کسی حد تک مطالعہ کیا گیا ہے۔ ایسے تجربات کئے گئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حیض کا سانس کے اندر جانے اور باہر نکلنے کی رفتار پٹھوں کی طاقت۔ حرارت۔ تیزی نگاہ۔ وغیرہ پر اثر پڑتا ہے۔

ان نتائج کو یکجا کر کے ایک ایک ٹیڑھی شکل Curve میں منقش کیا گیا ہے اور یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ ٹیڑھی شکل عورت کے اٹھائیس دن یعنی ایک قمری ماہ کے زمانہ میں مختلف اوقات پر اس کی قوت برداشت کے بدلتے رہنے کی خاصیت کو دکھلاتی ہے۔

لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون پر بھی اب تک کتنا تھوڑا اصلی کام ہوا ہے۔ ٹھیک وہی نقشہ ایک کتاب سے لے کر دوسری کتاب میں نقل کر دیا گیا ہے۔ مارشل کی تصنیف کردہ "فزیالوجی" میں یہ سلیبیم سے اور "ہیولاک ایلس" میں "وون اوٹ" سے لیا گیا ہے اور دیگر کتابوں میں کسی دوسری کتابوں سے لے کر نقل کر دیا گیا ہے۔ لیکن سب ہے یہ وہی پرانا نقشہ۔

اس نقشہ کو ایک عالم سے لے کر دوسرے عالم نے نقل کیا ہے۔ لیکن جن باتوں پر اس ٹیڑھی لکیر Curve کا انحصار ہے۔ ان میں سے

ہر ایک بحث طلب معلوم ہوتی ہے۔

اس ٹیڑھی لکیر کے مطابق عورت کی قوت زندگی ایام ماہواری کے چند دن پہلے اوپر اٹھتی ۔ حیض کے دنوں میں جتنا زیادہ نیچے جا سکتی ہے اتنی نیچے چلی جاتی اور اس کے تھوڑی دیر بعد اُٹھتی اور پھر عموماً ہموار بہتی رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ اگلے ماہواری ایّام کے پہلے پھر اٹھنا شروع کرتی ہے۔

اس سادہ ٹیڑھی لکیر کا عورت کی حرارت ۔ اعصاب کی طاقت اور دوسری ان نسبتاً عام فہم باتوں کے متعلق جن کی تحقیقات کی گئی ہے ٹھیک ہونا یا نہ ٹھیک ہونا دونو ممکن ہیں ۔ عورتوں کی ایک تعداد عظیم پر میرا مشاہدہ یہ دکھاتا ہے کہ یہ ٹیڑھی لکیر عورت کی قوت مباشرت کی لہرونکو ظاہر نہیں کرتی یہ مضمون کلہم اتنا پیچیدہ ہے اور اس کی طرف اتنا تھوڑا دھیان دیا گیا ہے کہ بے شمار ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بیان کئے بغیر جو عام پڑھنے والوں کو بے محل اور خشک معلوم ہوں ۔ اس میں دخل حاصل کرنا مشکل ہے یہاں تک کہ اس سوال کا جو قدرتاً ہم سب کے دل میں پیدا ہوتا ہے ۔ اور جس پر اغلباً سب نے غور بھی کیا ہوگا ۔۔ . . . .

. . . . یعنی حیض کیا چیز ہے ؟ ابھی تک جواب نہیں دیا جا سکتا ۔ ایک عام آدمی کو ایسا معلوم ہوگا ۔ کہ کوئی بھی ڈاکٹر اس سوال کا جواب فوراً دے سکتا ہے ۔ لیکن بے شمار ڈاکٹر اس قسم کے ہیں ۔ جو اس کا تھوڑا بہت جواب دینے سے ابھی کوسوں دور ہیں ۔ مکمل جواب کی تو بات نہ ہی کیجئے (دیکھو ضمیمہ

نوٹ ع۳)

ہم میں بہت چھوٹے چھوٹے اختلاف ہیں جو تین سے لیکر پانچ ہفتہ تک کے مہینہ تک جاتے ہیں۔ لیکن ہماری قوم کی زیادہ تر مستورات میں اٹھائیس دن کا قمری مہینہ ہی ہوتا ہے۔ جس میں انہیں ایک بار حیض آتا ہے۔ اگر ہم ایک نقشہ تیار کریں جس میں ہر ایک وقفہ کو ایک اکائی مان کر اٹھائیس اٹھائیس دن کے یکے بعد دیگرے وقفے ہوں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقفہ میں ایک اوسط درجہ کی تندرست عورت خواہش مباشرت یا خواہش وصال کے امڈنے کا کب احساس کرتی ہے؟

عام طب اور علم الاجسام کے لٹریچر میں مستورات میں شہوت کی لہر کے اٹھنے کے متعلق جو چند امور ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں وہ عموماً بہت ہی شکیہ اور مبہم ہیں۔ مثال کے طور پر مارشل فزیالوجی اف ری پروڈکشن کے صفحہ ۱۳۸ پر لکھتا ہے "سب سے زیادہ تیز خواہش وصال پیدا ہونے کا وقت حیض کے بند ہونے کے جھٹ پٹ بعد ہوتا ہے"۔ ایلیس کہتا ہے کہ خواہش وصال حیض آنے کے پہلے اور کبھی کبھی بعد بھی تیز ہوتی ہے۔ وہ اس خیال کی طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کہ خواہش وصال کا حیض آنے کے مطابق ہونا قدرتی ہے۔

میں بڑی احتیاط سے کھوج کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہوں۔ کہ اس مضمون کے متعلق اس عام گڑبڑ کی وجہ کچھ تو مختلف مستورات میں پایا جانے والا بھاری اختلاف ہے اور کچھ یہ بات ہے کہ بہت تھوڑی عورتوں کو زندگی

کے معاملہ میں علمی دلچسپی لینے کا کوئی خیال ہے۔ علاوہ ازیں قدرے وجہ یہ بھی ہے کہ شہوت کی وہ عمیق اور بنیادی لہر جسکے متعلق میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ وہ تندرست (نارمل) عورت میں موجود یا مخفی ہے۔ اور موجودہ زندگی کی کئی قسم کی تحریکوں یا مذاحمتوں کیوجہ سے پیدا ہونے والے زیادہ تر سطحی یا عارضی اثرات سے ڈھکی ہوتی ہے یا ان میں شکل بدل کر پوشیدہ ہے موجودہ غور کے لئے میں نے بے قاعدہ سطحی لہروں سے عمیق اور قدرتی لہر کے امتیاز کی کوشش کی ہے۔

جو کچھ پچھلے چند صفحوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کو بذریعہ جدول واضح کرنے کے لئے علیحدہ صفحہ پر دئیے ہوئے نقشہ سے مدد لینے کا امکان ہے یہ فرداً فرداً کئی عورتوں کے بیانات کو ملا کر تیار کیا گیا ہے۔ یہ عورت میں خواہش نفسانی کی بیشی یا کمی کے باقاعدہ دور کا ایک اوسط درجے کا نقشہ ہے اس ٹیڑھی لکیر Curve میں لہروں کی اونچی نوکوں Wave crests کی چوٹیاں ایک غیر معمولی اصول سے آتی ہیں۔ جس سے اٹھائیس دن کے ہر ایک مہینہ میں لہر کی دو اونچی نوکیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو حیض کا خون جاری ہونے سے دو تین دن پہلے ہوتی ہے اور دوسری بعد لیکن حیض بند ہو جانے کے بعد عام طور پر ہموار فاصلہ ہے۔ جو لہر کی اگلی نوک کو ان دو یا تین دنوں میں لے آتا ہے جو حیض بند ہونے کے کوئی آٹھ یا نو دن بعد آتے ہیں۔ یعنی لہر کی پچھلی نوک (یا دور شہوت) سے لے کر چودہ دن یا قریب قریب آدھے قمری مہینے تک اگر اس کو بہت ہی سادہ ڈھنگ سے

کہا جائے۔ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ خواہش شہوانی کے اوقات نصف قمری ماہ کے ہوتے ہیں۔ انکا سلسلہ اس طرح ہے کہ ایک وقت حیض شروع ہونے کے ہمیشہ ٹھیک پہلے آتا ہے۔ اب عورت کی قوت زندگی اور اس کی عام صحت پر خواہش وصال کے ہر ایک وقت کی لمبائی یا دیگر الفاظ میں لہر کی ہر ایک نوک کی جسامت اور پیچیدگی منحصر ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ کسی وقت تو وہ پورے تین دن بلکہ اس سے بھی زیادہ وقت تک گرم جوشی کے ساتھ اور قدرتی طور پر بھڑکی ہوئی اور متحرک رہے اور کسی وقت اس عورت کو اگر وہ تھکی ہوئی اور زیادہ کام کیوجہ سے چکنا چور ہو رہی ہو۔ شہوت کی خواہش کا علم محض چند گھنٹوں یا اس سے بھی کم وقت کے لئے ہو۔

تھکاوٹ۔ شہری زندگی۔ خراب خوراک اور در اصل بہت زیادہ بیرونی حالات کے اثر نہایت صاف دکھائی دینے والے ہو سکتے ہیں۔ وہ سالوں تک یا زندگی بھر تک اس کی قوت زندگی کو اتنا کم کر سکتے ہیں۔ کہ عورت کو خواہش شہوانی کے خود بخود آنے والے جوش کا کبھی احساس ہی نہ ہو۔ تھکاوٹ ایک قدرتی اور زبردست خواہش شہوانی رکھنے والی عورت کی بھی قوت زندگی کو کم کر دیتی ہے۔ اس کے نتائج دوسرے نقشے میں ملاحظہ کریں۔ جہاں پر لہر کی درمیانی نوک بہت گھٹی ہوئی ہے۔ یہ کوئی معمولی نقشہ نہیں۔ بلکہ ایک حقیقی انفرادی حالت کا مفصل بیان ہے۔

مقابلہ پر دکھائی ہوئی ٹیڑھی لکیریں Curve عام الفاظ میں اس چیز کا ایک سادہ منظر ہیں جس کے متعلق میرے تجربات یہ یقین

دلاتے ہیں۔ کہ وہ ہماری قوم کی مستورات میں شہوت کی قدرتی اور خود رو لہر ہے
ایک شادی شدہ نوجوان لڑکی نے مجھے تخلیہ میں بتایا۔ کہ خاوند کے ساتھ
جسمانی وصال کے لئے میری خواہش جو اس کے ساتھ ہر روز رہنے کی۔
میری خواہش سے بالکل مختلف تھی "گھڑی کی رفتار کی طرح" قدرتی طور پر
ہی خاوند کی طویل غیر حاضری کے زمانہ میں اُٹھتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔
لیکن ہر ایک معاملہ میں انسانوں میں بڑا اختلاف ہوتا ہے جس طرح دو آدمیوں
کے خط و خال نہیں ملتے۔ اسی طرح کسی بھی دو شخصوں کی ٹیڑھی لکیریں اگر
وہ پوری تفصیل سے لکھی جائیں۔ بالکل یکساں کبھی نہیں ہوتیں۔ کئی ایسی
عورتیں ہیں جنہیں ہر ایک قمری ماہ میں صرف ایک ہی بار جذبۂ شہوت کا خاص
طور پر علم ہوتا ہے۔ ایسی عورتوں میں سے بعض تو خون حیض سے پہلے آنیوالے
اور بعض اس کے بعد آنے والے وقفہ کا احساس کرتی ہیں۔ جو عموماً صرف
ایک کا احساس کرتی ہیں۔ انکو کبھی کبھی دوسرے وقفہ کا احساس اسوقت
ہوتا ہے جب انکی صحت خاص طور پر اچھی ہو۔ یا صرف اس وقت جب
وہ شہوت کو بھڑکانے والے ناول پڑھتی ہیں۔ یا خاوند کے ساتھ ایسے وقت
انکا ملاپ ہو جاتا ہے جو انکی شہوت کے قدرتی لیکن دبائے ہوئے وقت
کے مطابق ہوتا ہے۔ بہت کم عورتیں ایسی ہیں۔ اور درحقیقت کسی قدر
غیر قدرتی معلوم ہوتی ہیں۔ جو حقیقتاً حیض کے دنوں میں شہوت کے تیز
جذبے کا احساس کرتی ہیں۔

اگر اس کتاب کے ناظرین میں سے کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ

مَیں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بعض عورتوں سے دریافت کر کے انکا امتحان کرے۔ تو اسے اغلباً بہت ہی متضاد نتائج معلوم ہونگے کچھ تو اس وجہ سے کہ عورتیں ایسی باتوں کے متعلق اکثر سچ نہیں بتائینگی اور کچھ اس وجہ سے، کہ زیادہ تر عورتوں میں پہلا یا دوسرا وقفہ بہت تیز ہوتا ہے۔ اور اگر وہ کسی چیز کا احساس کرتی ہیں۔ تو اپنے میں اس کا احساس کرتی ہیں۔ لیکن اس قسم کی عورتوں کی دقیق اور زیادہ صحیح تحقیقات سے عموماً خواہش شہوانی کی دوسری نوک کی ہستی روشنی میں آئے گی۔ ایک بار جب بنیادی خیال کو سمجھ لیا۔ تو جوبات پہلے تاریک اور بے معنی معلوم ہوتی تھی. وہ بہت کچھ صاف اور بامعنی معلوم ہونے لگے گی۔ مَیں نے ایک لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ اپنے خیالات کے متعلق بات چیت کی۔ اس نے فوراً کہہ دیا۔ کہ اس سے میرے اپنے بیماروں پر کئے ہوئے ایسے کئی تجربات صاف ہو گئے ہیں۔ جن کو میں نے اکٹھا نہیں کیا تھا۔ یا جن کی تشریح نہیں کی تھی۔

علم عشرت سے تعلق رکھنے والی علمی کتابوں میں ایسی غور و خوض کے پائے جانے کی صرف بہت تھوڑی شہادت ہے۔ لیکن فورل نے سکشول کوسچن کا انگریزی ترجمہ صہ ۹۲) ایک دوسرے تعلق میں ایک دلچسپ مثال کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ جب مَیں نے ایک شادی شدہ عورت کو فاحشہ ہونے کیوجہ سے سرزنش کی۔ تو اس نے میرے روبرو تسلیم کیا۔ کہ مجھے پندرہ روز میں کم از کم ایک بار جماع کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور جب

میرا خاوند یہاں نہیں ہوتا۔ تو جو بھی آدمی پہلے مل جائے میں اس سے مطلب براری کر لیتی ہوں"۔ فورل کو اس کے پیچھے کام کرنے والا کوئی اصول نظر نہیں آیا۔ ہم سب ہی اس عورت کے خود پر قابو نہ پانے کو اس کی سخت اخلاقی کمزوری پر محمول کیوں نہ کریں لیکن اپنی خواہش شہوانی کے پندرہ روزہ اوقات پر وہ علم الاجسام کے اس اصول کے عین مطابق ہے جس کے ماتحت ہماری قوم کی عورتوں میں شہوت کی قدرتی لہریں اٹھتی ہیں۔

اس سلسلہ میں عورت سے ہمبستری کے متعلق موسےٰ کے قانون کے احکام کو جاننا موجب دلچسپی ہوگا۔ ایام حیض میں عورت کے ساتھ ہر ایک قسم کے جماع کے لئے نہ صرف سخت سزا مقرر تھی۔ (دیکھو Leviticus باب ۲۰۔ آیت ۱۸) اگر حیض والی عورت کے ساتھ مرد ہمبستری کرے۔ تو ان دونوں کو برادری سے خارج کرایا جائے گا۔) بلکہ موسےٰ کا قانون کہتا ہے۔ کہ ایسے ہر ایک وقت کے بعد کچھ دن تک عورتوں کو ہمبستری سے بچایا جائے۔ میری آزادانہ تحقیقات کے ذریعہ حاصل شدہ نتائج کو اس طرح زمانہ سلف کی اس مشرقی دانائی سے کچھ حمایت حاصل ہوتی ہے۔ زمانہ حال کے مصنف موسےٰ کے اس اصول کا اس وجہ سے تمسخر اڑانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ٹھیک ایسے موقعہ پر جماع کی ممانعت کرتا ہے۔ جب کہ انکے خیال میں خواہش جماع مضبوط ترین ہونی چاہئے لیکن معلوم نہیں۔ کہ وہ کس بنا پر موخر الذکر بات کہتے ہیں اور نہ ہی اپنی بات کی تائید میں کوئی علمی ثبوت ہی پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح گلبن اپنے "مینول آف مڈوائفری" میں لکھتا ہے۔

"یہودی قانون میں عورتوں کو ایام حیض میں اور انکے بند ہونے کے بعد سات دن تک جماع سے بچے رہنے کی ہدایت ہے۔ کہا جاتا ہے اس اصول پر پوری طرح سے عمل کرنے والے لوگ جو کچھ Leviticus[1] میں ہدایت ہے اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر صرف گھنٹہ یا دو گھنٹہ کے لیئے ہی حیض آئے تو بھی وہ حیض آنے کے پانچ دنوں کا اصول مانتے ہیں۔ اور ان میں پورے سات دن اور ملاکر پورے بارہ دن کر لیتے ہیں۔ اس میں بہت شک ہے کہ ساری قوم کی قوم تیز تریں جذبۂ شہوت کے وقت اجتناب کرنے پر آمادہ ہوئی ہو۔ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگلے جماع سے پیشتر حیض کے آغاز کے بعد بارہ دن مجتنب رہنے کا قدیم یہودی خیال میرے نقشہ میں ظاہر کردہ عورتوں کی خواہش شہوانی کی مقررہ وقت پر بازگشت کے قانون کے ساتھ عموماً بالکل مطابقت رکھتی ہے۔ یہ نسبتاً سادہ ٹیڑھی لکیریں Curves اس چیز کو دکھلاتی ہیں۔ جسے میں نے عورت میں قدرتی خواہش شہوانی کا نارمل خود رو چڑھاؤ (جوار) تسلیم کیا ہے یہ وہ بنیادیں ہیں جن پر محبت کے جسمانی اظہار کی عمارت تعمیر کیجا سکتی ہے۔ لیکن اس بات کو بھی بھول نہ جانا چاہئے۔ کہ جس طرح ہماری زندگی میں بے شمار ایسی باتیں ہیں۔ جو جذبۂ شہوت کو دباتی یا روکتی ہیں۔ اسی طرح خصوصاً

---

[1] Leviticus (۱۰) میں مرد کے لئے حکم ہے کہ وہ اس عرصہ میں عورت کو چھوئے تک نہیں۔ ورنہ وہ ناپاک ہو جائے گا۔ م۔ک۔س۔

زمانہ حال کی عیش و عشرت کی زندگی میں لاتعداد ایسی تحریکیں ہیں جو شہوت کو تیز کرنے کا کام کر سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی عورت مرد کی طرح۔ پُر زور اکساہٹ سے اتنی بھڑک اٹھے۔ کہ سارے مہینے میں ایک بھی دن ایسا نہ آئے۔ جب اس کے خاوند کے اس کو چھونے۔ اسکی آواز یا اس کی مسکراہٹ کی یاد اس میں وصال کامل کے لئے زبردست خواہش پیدا نہ کرے۔ اس لئے خصوصاً اپنے محبوب کے ساتھ رہنے والی عورت کے لئے خود میں اس جوش شہوت کو پہچاننا اکثر مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے عشق اور اپنے محبوب کی موجودگی کے سبب ہمیشہ ہی جذبۂ شہوت میں سرشار رہتی ہو۔

لیکن مجھے یقین ہو چکا ہے کہ عام طور پر خواہ وہ اسے بیرونی نشانات سے تسلیم کرے یا نہ کرے۔ پندرہ روزہ خواہش شہوانی کی لہر کا عورت پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے اور اس لئے یہ ہر طرح سے بیاہ کے رشتہ پر بنیادی اثر ڈالتی ہے۔ زندگی بھر رہنے والی گاڑھی محبت ہر ایک میاں بیوی کی قسمت میں نہیں ملی۔ اس لئے جو خاوند خانہ داری میں مستقل اور باہمی راحت کی خواہش رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ بڑی توجہ کے ساتھ اپنی عورت کا مطالعہ کرے۔ وہ دیکھے کہ کہاں تک اس میں شہوت کی قدرتی لہریں اٹھتی ہیں۔ اور اس میں چھوٹی چھوٹی انفرادی خصوصیتیں کیا ہیں۔ تب اسے عورت کے متعلق اپنی خواہشات کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ وہ عورت کی طبیعت کے ساتھ مل جائیں۔

ورت خاوند سے اُس کے لئے اپنی خواہش کو نہیں چھپاتی ۔ اگر وہ عقلمند ہے تو وہ اِسے بڑھتے ہوئے راز اور کشش کے ساتھ مشر ابور کردیتی ہے ۔ وہ اسے اس بات کے علم سے پیدا ہونے والی قدرتی خوشی سے محروم بھی نہ رکھے گی ۔ کہ اس (عورت) کو اس (مرد) سے راحت حاصل ہورہی ہے جو خاوند اس طرح کامیابی کا احساس کرتا ہے ۔ وہ اپنی جماع کے متعلق ضرورتوں کو اپنی عورت کی طبیعت کے مطابق بنانے اور ڈھالنے کے لئے اس مرد کی نسبت کہیں زیادہ تیار ہوگا ۔ جو اپنی عورت کے ہمیشہ جماع سے نفرت دکھاتی رہنے سے خوفزدہ اور دبا ہوا ہے ۔ یا جس کی عورت اس کو نہ ٹالنے کے لئے بناوٹی جذبۂ شہوت کے ایسے جوش دکھاتی ہے ۔ جن کا درحقیقت اُسے احساس نہیں ہوتا ۔ جذبۂ شہوت کے حقیقی جوش کا کبھی بہانہ نہیں ہو سکتا ۔ لیکن جب ایک دوسرے کا خیال کرتا ہے ۔ تب یہ دونوں میں بڑھتا اور پھولتا ہے ۔

باہمی موافقت کوئی آسان بات نہیں ۔ اگلے باب میں اس پر غور کیا جائے گا ۔

ہرگز صادق خاوند نہیں ہو سکتا۔ یہ ضروری ہے کہ جو دو دل زندگی بھر کے لئے
ملکر ایک ہونے کو ہیں۔ وہ کیا شادی سے پہلے اور کیا بعد ایک دوسرے پر اپنے
خیالات اور جذبات کا ملائم اور شریفانہ زبان میں سادگی سے اظہار کر دیں خواہشمند
اور سمجھدار جوڑوں کو در حقیقت ایک دوسرے کو اچھی طرح سے سمجھنے اور شادی
کے بہت زیادہ سنجیدہ علمی اور روحانی نتائج کی وسعت اور معنی کو معلوم کرنے
میں اکثر کئی سال لگ جاتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیک ہے کہ ابتدا میں ہی کھلم کھلا
سب کچھ کہہ دینے سے دونو کئی رنجیدگیوں سے بچ سکتے ہیں۔ خصوصاً اس
وقت جیسا کہ عموماً ہوتا ہے جب میاں بیوی میں سے ایک اولاد پیدا نہ کرنے
کی پوشیدہ خواہش کے ساتھ شادی کرتا ہے۔

انفرادی طور پر ہم سب ایک دوسرے سے اتنے مختلف ہیں۔ تعلق
مجامعت کے تمام جوابی عمل اور درمیانی عمل اتنے پیچیدہ ہیں۔ کہ اس معاملہ
میں کوئی بھی پختہ اور ناقابل تبدیل اصول نہیں بتایا جا سکتا۔ شادی کے بعد
ہر ایک میاں بیوی کو اپنے آپ کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور میاں بیوی کو وہ باتیں
ضروری جاننی چاہئیں۔ جو ان دونو کو کام دیتی ہیں۔ اور جن سے انکو زیادہ سے
زیادہ باہمی حظ اور قوت ملتی ہے لیکن بعض ایسے اصول ہیں۔ جنکو کبھی بھی
توڑنا نہیں چاہیئے۔ انکا مفصل بیان اگلے مضمون میں کیا جائیگا۔ انکو دریا کی
طرح اگر کوزہ میں بند کرنا ہو۔ تو ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں "کہ میاں اپنی
بیوی کا کوئی برا نہیں کرتا"

پڑے۔ تو اس دوران میں اُسے نیند بہت کم آتی ہے۔ وہ بے چین سا رہتا ہے اور اس کی نسیں تنی ہوئی سی رہتی ہیں۔

جب محبت کے چوچلے ہو چکتے ہیں۔ اور بڑھتے ہوئے جذبات شہوانی منتشر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جماع کے ٹھیک معنوں میں پورا ہو چکنے کے ساتھ پوری طرح سے انزال ہو کر جذبات شہوانی کی بھڑک ختم ہو جاتی ہے۔ تب فوراً سارے جسم کا تناؤ ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور اس کے پٹھے کمزور لیکن چین سا حاصل کر کے ملائم اور ڈھیلے سے ہو جاتے ہیں۔ اور چند ہی لمحوں میں وہ شخص نیند کے کھراٹے لینے لگتا ہے۔

یہ عمدہ اور تازگی بخش نیند فراموشی کے نرم پردہ کی طرح گرتی ہے اور انسان کے ہوش و حواس کی بہت بڑی نا امیدی اور دُکھے پن سے حفاظت کرتی ہے۔ لیکن جماع کی مستی اور کامل انزال کے بعد آنیوالی نیند صرف صحت کو بہتر بنانے والی ہی نہیں۔ بلکہ اس میں تر و تازہ کرنے کی بھی طاقت ہے اور اکثر مرد محسوس کرتے ہیں۔ کہ ایسی نیند کے بعد انکے سارے جسم میں نئی زندگی کا دورہ سا ہونے لگتا ہے۔

لیکن اس کام سے عورتوں کی کیا حالت ہوتی ہے؟ جن حالتوں میں انکی بھی پوری طرح سیری ہو جائے۔ ان میں وہ بھی اسی طرح ڈھیلی اور مست سی ہو کر سو جاتی ہیں۔

لیکن جیسی حالت آجکل ہے اس بیان میں ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ کہ زیادہ تر مستورات ــــــــــ ادھ جگی سی رہتی ہیں۔ ان کے

رگ وریشوں کا تناؤ اور درد دور نہیں ہوتا۔ وہ غریب گہری نیند میں سوئے ہوئے شوہروں کو یا تو جیسے ماں سوئے ہوئے بچے کو ممتا سے دیکھتی ہے۔ اس طرح دیکھتی ہیں۔ یا تلخ اور دل میں جلن پیدا کرنیوالے حسد کے ساتھ انپر نگاہ ڈالتی ہیں۔ یعنی انہیں نگاہ حسرت سے دیکھتی ہیں۔ اس قسم کے شوہر لا علمی یا لاپرواہی کیوجہ سے اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ عورتوں کے بھی رگ وریشوں کے تناؤ کو ڈھیلا کرنے کی ضرورت ہے۔

کئی شادی شدہ عورتوں نے مجھے بتایا ہے۔ کہ خاوندوں کیساتھ عمل مجامعت ہو چکنے کے بعد ہم کبھی تو چند گھنٹے اور کبھی رات بھر ہی بے چین رہتی ہیں۔ مجھے پختہ یقین ہے۔ کہ ہر ایک عمل مجامعت میں خاوند ونکا عورتوں میں پوری طرح سے جذبۂ شہوت کو نہ بھڑکا سکنا ہی اکثر شادی شدہ عورتوں میں عارضہ بے خوابی اور اعصابی بیماریوں کا بہت حد تک عام باعث ہے۔

عمل مجامعت میں عورت کی سیری اور نیند کے درمیان جو رشتہ ہے۔ وہ مسماۃ گ کی حالت سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ عورتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کا نمونہ ہے اس نے ایک ایسے شوہر سے شادی کی جس سے وہ بہت محبت رکھتی تھی۔ نہ اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے اور نہ اسکے مرد نے کسی دوسری عورت سے ہم بستری کی تھی۔ وہ دونو بڑے سمجھدار اور تیز عقل کے مالک تھے۔ انکو علم بائیولوجی کا بھی کچھ پتہ تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی عمل جماع کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ سالوں تک جماع کرتے رہے۔ ان مجامعتوں میں شوہر کی کچھ سیری ہو جاتی تھی۔ اور

اس کے فوراً ہی بعد وہ سو جاتا تھا۔ میاں بیوی کو یہ علم نہیں تھا۔ کہ عورتوں کا بھی انزال ہونا چاہیئے۔ ہر ایک بار جماع کے بعد وہ ناتشفی شدہ سی رہ جاتی تھی۔ کئی گھنٹوں تک بیچاری کو نیند ہی نہ آتی۔ اور اکثر وہ ساری رات جاگتے گذار دیتی خاوند کی موت کے بعد اس کی صحت اچھی ہوئی۔ اور ایک دو سال کے بعد اس نے پھر شادی کر لی۔ اس کا یہ نیا خاوند عورتوں کی ضروریات کو جانتا تھا اور اس پر کافی توجہ اور وقت دیتا تھا۔ تاکہ اس کے اپنے لئے اور بیوی کے لئے فعل جماع پورا ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جلد ہی بیوی کو خوب نیند آنے لگی جس سے اس کی صحت بہت اعلےٰ ہو گئی۔

نیند ایک ایسا پیچیدہ عمل اور بے خوابی اتنی مختلف ناموافقتوں کا نتیجہ ہے کہ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ عورت وصال کامل سے ملنے والے آرام و راحت سے محروم ہونے پر بھی اچھی نیند سوئے۔ لیکن اتنی شادی شدہ عورتوں میں نیند نہ آنے اور اسکی وجہ سے اعصابی بیماریوں کا باعث عمل جماع کا مکمل نہ ہونا ہے۔ کہ ڈاکٹر کو اپنے ان زنانہ بیماروں سے جو کمزور ہوں اور جنہیں نیند نہ آتی ہو۔ پہلے یہ سوال دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ کیا تمہارا شوہر تعلق جسمانی میں اپنے خاوندانہ فرائض کو پورا کرتا ہے۔

انکے شائع شدہ بیانات اور میرے سامنے انکی تسلیم کردہ باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکثر ڈاکٹروں کو یا تو عورتوں کے جذبۂ شہوت کے بھڑکنے اور انزال کی ہستی کا علم ہی نہیں۔ یا وہ اس کو فضول اور اتفاقیہ بات سمجھتے ہیں۔ تو بھی کسی وقت کم از کم خواہش جماع کے بھڑکنے اور انزال کی ایک

متوسط تعداد کا ہونا عورت کی صحت اور اس کی تمام قوتوں کی کامل نشو و نما کے لئے ضروری ہے۔

چونکہ یہ کتاب شادی شدہ لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس لئے جو ابھی شادی کے جوڑے سے آزاد ہیں۔ انکی زندگی کے متعلق میں بیان کچھ نہیں کہتی۔ تاہم خصوصاً انیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد وہ بڑے ہی سخت ہو جاتے ہیں۔ اور انکی نگہداشت اور توجہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ بات بھی جاننے کے قابل ہے۔ کہ ایسی عورتوں میں جنکا کبھی کامل طور پر انزال نہیں ہوا۔ یا جن کی خواہش جماع کی کبھی پوری طرح سیری نہیں ہوئی۔

نیند نہ آنے کا عارضہ کتنا پھیل رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ قدرتی طور پر جذبۂ شہوت کے پورے جوش کا عدم وجود ان سبھی تمام بواعث میں سے ایک ہے۔ جن سے کئی درمیانی عمر کی غیر شادی شدہ عورتوں کو نیند نہیں آتی۔ اور وہ بہت جلدی گھبرا جاتی ہیں۔

تو بھی غیر شادی شدہ عورت کے لئے یہ عدم موجودگی اتنی تکلیف دہ نہیں جتنی کہ یہ اس شادی شدہ عورت کے لئے ہے جس کی خواہش جماع کے صاف طور پر جاگ اٹھنے کے بعد اسکی حسرت پوری نہیں ہوتی۔ ایک غیر شادی شدہ عورت میں جب تک وہ کسی خاص آدمی پر فدا نہ ہو۔ اولاد پیدا کرنے کی طاقت کے قدرتی ابھار کے علاوہ اسکے جذبۂ شہوت کو ابھارنے والی کوئی خاص ترغیب نہیں ہوتی۔ لیکن شادی شدہ عورت نہ صرف اپنے خاوند کی موجودگی میں پورے طور پر متحرک ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ اپنے رشتہ سے بھی

تیزی کے ساتھ مقامی اور جسمانی طور پر چمک اُٹھتی ہے۔ اب اگر اس وقت اس کی سیری نہ ہو۔ تو اس کی حالت غیر شادی شدہ سے بھی کہیں زیادہ بُری ہوتی ہے۔

اگر خاوند کی لاپرواہی کی وجہ سے عورت جاگتی رہ جائے اور خاوند اس کے پاس سویا ہوا نیند کی گود میں مزے لے رہا ہو۔ تو تعجب نہیں کہ عورت ان لمبے گھنٹوں کو اپنے باہمی تعلقات پر غور کرنے میں صرف کر دے۔ اس غور و خوض میں اسے زیادہ آرام یا تشفی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ باہمی خواہش جماع کے اُبھار اور انزال سے ملنے والے۔ جسمانی آرام اور صحت بخش فائدہ سے محروم ہو کر اگر کوئی دوسری عورتوں کی طرح جو کچھ یہ دے سکتا ہے۔ اس تمام کا کچھ بھی علم نہ رکھتی ہو (تو) وہ ہمبستری کو ایک ایسی چیز سمجھتی ہے۔ جس سے راحت آرام اور اس کے بعد نیند سب خاوند کو ہی ملتی ہے اور وہ خود اس کے حظ کا ایک مفعول آلہ کار ہے۔ اتنا ہی نہیں۔ اگر ہر ایک جماع کے بعد اسے کئی کئی گھنٹے جاگتی رہنا پڑے تو وہ صاف طور پر دیکھتی ہے۔ کہ میری صحت کو بگاڑ کر خاوند اپنا اُلو سیدھا کرتا ہے۔ اور اس جماع کے فعل میں میں صرف مفعول ہی نہیں۔ بلکہ عملاً میرا بُرا استعمال کیا جاتا ہے۔

نامکمل فعل مجامعت کا ایک اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اکثر ابتدائی جذبۂ شہوت کے اُبھار کی وجہ سے (جس کے پورے مقصد کا علم شاید اسے نہ ہو) بیقرار ہونے سے جب بیخوابی اور شگفتہ دلی پیدا ہو جاتی ہے تب زندہ دل اور سمجھدار عورت میٹھی میٹھی اور گہری باتیں کرنے لگے۔ ہاں ایسی باتیں

کرنے کے جن کو وہ اپنے گوشۂ دل میں چھپا کر رکھتی ہے . . . . قابل ہو جاتی ہے۔ اس وقت خاوند کے اس کی باتو نپر دھیان نہ دینے سے اس کے دل پر بھاری چوٹ لگتی ہے۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر پہلے جو اتنی سرگرمی سے اس کے لئے جذبۂ محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ اب وہی اتنا سخت نظر آنے لگتا ہے اس سے خاوند لسے شادی کے اعلےٰ پہلو سے جو روحانی اور عجیب وصال کا پہلو ہے۔ بے رنج سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس طرح اپنی داستان محبت میں شوہر کو سوتا دیکھ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اسے ایک انسان صورت حیوان سیرت بے پرواہ ہستی سمجھنے لگے اور ان تمام باتوں کا باعث یہ ہے کہ اسے کبھی اپنے جسمانی تناؤ کی آخری حد یعنی جذبہ شہوت کے جوش اور مکمل انزال . . . . کا احساس نہیں ہوا اور وہ نہیں جانتی۔ کہ اسکا قدرتی جوابی عمل نیند ہوتی ہے۔

نازک سے نازک اور از حد محبت کرنے والی عورت کے لئے بھی یہ خیال اتنے دکھ دینے والے اور خصوصًا اس کے لئے جس کے پاس شکایت کی اور بھی وجوہات ہوں۔ اتنے تلخ ہوتے ہیں۔ کہ موقع کے مطابق وہ تمام جسم پر اثر ڈالتے اور صرف بے خوابی سے ہونے والے نقصان کو بڑھا دیتے ہیں۔

پرانے ڈھنگ کے ماہران علم الاجسام کے طریق اتنے بھدّے تھے کہ انسے ہمارے خیالات کے علم الاجسام سے تعلق رکھنے والے نتائج کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ لیکن اب یہ بات مسلمہ ہے۔ کہ غصہ اور تلخی کے فزیالوجیکل اثرات اتنے صاف ہوتے ہیں کہ وہ تجربات سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ اور

تمام جسم کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں۔

یہ دیکھنے کے لئے تھوڑی سی قوت قیاس کی ضرورت ہے کہ ایسی بے خوابی کی ایسی تلخ حالت کے مہینوں اور سالوں کے بعد عورت کو نہ صرف اعصابی کمزوری کا عارضہ ہی لاحق ہو جائے گا بلکہ شوہر کے ساتھ کرخت اور خشک طبیعت والی ہو جانے کا بھی ڈر رہتا ہے۔ غالباً وہ اپنی جسمانی واقفیت کے متعلق اتنی زیادہ لاعلمی میں ہوتی ہو اور اسکا اتنا کم مشاہدہ کرتی ہو۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے پورے مطلب کا اسے علم نہیں ہوتا۔ وہ غیر یقینی طور پر محسوس کرتی ہے۔ کہ اس میں قصور خاوند کا ہی ہے۔ اور سمجھتی ہے۔ کہ اس چیز کے لئے جو مرد کے علم جسم کے متعلق اپنی اور بھی زیادہ لاعلمی کیوجہ سے اُسے خاوند کی خوشی، اور اس کی اپنی نفس پرستی معلوم ہوتی ہے۔ مجھے قربان کیا جا رہا ہے۔

مرد کی تندرستی اس کے قدرتی نکاس اور اس کے بعد آنے والی صحت بخش نیند سے بنی رہتی ہے۔ اس لئے یہ زیادہ اغلب نہیں کہ وہ ان نا قابل تشریح معمولی خرابیوں اور غیر یقینی نقائص کی تاریک اور رنجیدہ حالت دیکھنے کو طیار ہو۔ جو بیوی کی ان جسمانی تکالیف کا بھی اظہار ہوتے ہیں جنکو وہ صاف طور پر ظاہر نہیں کرتی۔ اس لئے زیادہ ممکن یہی ہے۔ کہ عورت جو بھی غصہ ظاہر کرے اسے خاوند "جھگڑالو پن" کی عادت سمجھ کر دبانے کی کوشش کرے۔ پہلے وہ اسکی ظاہراً غیر مدلل شکائتوں کے متعلق متفکر اور پھر بے صبر ہو جائے۔

اگر وہ جیسا کہ اکثر مرد ہوتے ہیں۔ نرم دل اور دانشمند ہے تو وہ مجامعت کے اوقات کی تعداد کو اس حد تک کم کرکے جہاں تک کہ اس کے لئے بالکل ضروری ہے بکھیڑوں کو مٹانے کی کوشش کرے گا۔ اسی طرح لاعلمی سے وہ اس معاملہ کو اور بھی زیادہ طول دیتا ہے۔ کیونکہ وہ عام طور پر اپنی عورت کے جذبۂ شہوت کی لہر سے بالکل لاعلم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایسا بندوبست نہیں کرتا جس سے اسکا عورت کیساتھ وصال کا وقت خواہ وہ وصال بہت کم بار ہوتا ہو۔ وہی ہو۔ جو عورت کے گرم ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ اب وہ اغلباً علیحدہ کمرے میں سوتا ہے اور رات کو اظہار محبت اور لاڈ پیار کرنے کے لئے جو شادی کا حق خاص ہے نہیں آتا۔ اس لئے اسکی نیک خواہش سے لیکن غلط راستہ پر کی ہوئی خود ضبطی کی کوششیں میاں بیوی کو ایک دوسرے سے اور بھی زیادہ دوری پر لے جانے کا باعث ہو جاتی ہیں۔ نیند کے متعلق اپنے خیال کے موزوں ہونے کو صاف کرنے کے لئے اُن نہایت گہرے اثرات میں سے کچھ ایک کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ جو اب معلوم ہوا ہے۔ کہ خواہش مجامعت ڈالتی ہے۔ خواہ اس وقت وہ اپنے خاص استعمال کے لئے بھڑکی ہوئی نہ بھی ہو

جو لوگ خصوصاً لڑکپن ہی میں اپنے اعضاء تناسل سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں جسم کی کوئی اور خصوصیتیں اور اعضاء غیر معمولی طور پر بڑھ جاتے یا ظاہر ہی نہیں ہو سکتے ہیں۔ جن لڑکوں کو نامرد کر دیا جائے اُن کے بڑا ہونے پر یا تو انکی داڑھی مونچھ پیدا ہی نہیں ہوتی۔ اگر پیدا ہوتی ہے تو

بہت تھوڑی۔ انکے گلے کی آواز بہت اونچی ہو جاتی ہے اور ایسی ہی اور کئی خصوصیتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جو انکا قدرتی مردوں سے امتیاز کرانے والی ہوتی ہیں۔

اعضائے تناسل سے اتنی دور کے اعضا اور ساختوں کی مثلاً حلق کی نالی کی نشوونما پر اعضائے تناسل اور انکی معاون غدودوں سے نکلی ہوئی رطوبتوں کے کیمیاوی عملوں کا اثر دیکھا گیا ہے۔ یہ رطوبتیں بیرونی نالیوں کے ذریعہ باہر نہیں نکل جاتیں۔ بلکہ سیدھی دوران خون میں داخل ہو جاتی ہیں۔ ایسی رطوبتیں جو بغیر نالی کے غدودوں سے سیدھی رگوں میں چلی جاتی ہیں۔ ہمارے تقریباً سب ہی جسمانی عملوں کے لئے بڑی ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ انکا حال ہی میں مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور مسٹر سٹارلنگ نے انکو ہورمونس کا عام نام دیا ہے۔ یہ خیال بہت پرانا ہے۔ کہ جسم کے ہر ایک اندرونی اعضاء کے ساتھ کئی خاص رطوبتوں یا رسیوں Humours کا تعلق ہے۔ لیکن ابھی تک ہمیں ان لطیف کیمیاوی مادوں کے ذریعہ کئے جانیوالے بے شمار معجزات میں سے چند ایک کا ہی محض نہایت ہی مبہم اور بہت ہی ابتدائی علم ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں۔ کہ معدہ میں خوراک کی رغبت عمل انہضام میں ہر ایک بغیر

نالی کے غدود سے ایک کیمیاوی مادہ۔خون میں دوڑتا ہوا دوسرے غدود کے پاس پہنچتی ہے۔جو آگے ایک دوسری ہضم کرنے والی رطوبت تیار کرتی ہے ہم جانتے ہیں کہ گردن میں تھائی رائڈ نامی غدود کے پھولنے اور سکڑنے کا اعضاء تناسل کے ساتھ بہت ہی لطیف اور گہرا تعلق ہے۔ہم یہ بھی جانتے ہیں۔کہ پڑھتے ہوئے حمل کے نیچے سے یا جس رگ میں وہ بڑھتا ہے۔اس سے نکلنے والی کوئی کیمیاوی رطوبت ماں کی اتنی دور چھاتیوں کو اپنی کیمیاوی اکساہٹ پہنچتی ہے۔اگر کسی لڑکی کی بیضہ دانی یا لڑکے کے خصیوں کو بالکل کاٹ دیا جائے تو وہ دور تک پہنچنے والے اثر جوان سے نکلنے والی رطوبتیں ڈالتی تھیں۔انکی عدم موجودگی سے جسم میں پیدا ہونیوالی مختلف قسم کی تبدیلیوں اور غیر قدرتی باتوں سے صاف ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے۔کیونکہ علم الاجسام کے عالموں نے ابھی اسکا مطالعہ نہیں کیا۔کہ اعضاء تناسل کی غدودوں پر جماع اور احساس کی عظیم اکساہٹ کا کتنا اور کیسا اثر پڑتا ہے۔یا وہ کس طرح آدمی کی کل زندگی اور قوتوں کو متاثر کرتے ہیں۔

مِنڈلیزم اور میوٹیشن

خیالات کے ماننے والے جو علم الاشکال (مارفالوجی) کی پشت در پشت آنیوالی باتوں پر اتنا زیادہ زور دیتے ہیں (میرے خیال میں انکا اتنا زیادہ زور دینا مناسب نہیں) اس وقت عالمان فزیالوجی کی نسبت عوام الناس کی توجہ اپنی طرف زیادہ کھینچ رہے ہیں لیکن یہ بڑی ضروری بات ہے۔کہ ہر ایک نوجوان

لڑکے اور لڑکی کو یہ معلوم ہو۔ کہ مختلف قسم کے کیمیاوی مادوں یا "قاصدوں"
رجنکو سٹارلنگ ہورمونس کہتا ہے اسکے ذریعہ ایک
یا دوسرے عضو پر پڑنے والے اثرات کیوجہ سے جسم کے دور کے حصوں میں
واقع اعضا کے عملوں پر نہایت تیز تقریبًا فوری اثر ہوتا ہے۔

اس لئے یہ صاف ہے۔ کہ ایسے نہایت اہم اعضا جیسے کہ عمل جماع سے
تعلق رکھنے والے اعضا ہیں۔ اثرات کے پڑنے سے کئی ایسے میدانوں
میں جنکا ہمیں خیال تک نہیں بہت دور تک پہنچنے والے اثرات کا ہونا لازمی
ہے۔

کامل طور پر ہوئے فعل مجامعت کے نتیجہ کے طور پر عورت کے جسم میں
کیا عمل ہوتا ہے ؟

یہ ٹھیک ہے کہ عورت میں جماع سے صرف بہت تھوڑی اور وہ بھی
زیادہ تر بیرونی رطوبت نکلتی ہے۔ لیکن عمل انضمام میں ہضم کرنے والی
رطوبتوں کے پیدا کرنے میں جو پیچیدہ عمل اور جوابی عمل ہوتے ہیں۔ ہمارے
پاس ان سب کا کوئی بھی بیرونی نشان نہیں۔ جب جیسا کہ خواہش جماع
کی سخت اکساہٹ کے بعد منی کے انزال کی حالت میں ہوتا ہے اعضا
رگوں اور پٹھوں کے ایسے تیز اور ظاہرا جوابی عمل ہوں تو وہاں انکی طرح گہرے
اندرونی اور باہمی تعلقات کا ہونا لازمی معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس بات کا
قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایسے اصولی طور پر رکھے گئے اعضاء جنکی محض
ہستی ہی عورتوں کے ذاتی چلن پر اثر انداز ہوتی ہے سخت ابتدائی اکساہٹ

اور انزال کی تیز سنسنی سے فزیالوجیکل (علم الاجسام سے تعلق رکھنے والے)
نتائج سے بچ سکتے ہیں؟
اس سوال کا کرتا ہی اس کا جواب دینا ہے۔ میرے دل میں اس بات کا
قیاس بھی نہیں آسکتا۔ کہ مرد کی طرح عورت میں جذبۂ شہوت کی اکساہٹ
کے بعد ہونے والے انزال سے گہرے فزیالوجیکل اثرات نہ ہوں۔ اگر ہمیں
اس مضمون کا پورا علم ہو۔ تو زمانہ حال کی عورت کی "اعصابی تباہی" اور عصبی
بیماریوں کے رجحان کا باعث شہوت کا پورے طور پر نہ بھڑکنا ہی جس
کا نتیجہ اس خواہش کی قدرتی سیری کی عدم موجودگی ہے۔ جو موجودہ عقدوں میں
بہت زیادہ دیکھی جاتی ہے۔ صاف سمجھا جاسکتا ہے۔
یہ مضمون اور اس کی بے شمار شاخیں اس قابل ہیں کہ نہایت اعلیٰ
قابلیت کے فزیالوجسٹ (ماہران علم الاجسام) ان کی نہایت احتیاط کے ساتھ
کھوج کریں۔ بحیثیت مجموعی موجودہ انسانی سوسائٹی کے لئے جماع کی حقیقت
اور عورتوں اور مردوں کی جماع سے تعلق رکھنے والی ضروریات کو سمجھنے کی نسبت
اور کوئی بھی دوسری بات زیادہ عمیق یا زیادہ اہم نہیں ہے۔
صرف بطور مشورہ میں یہ بتا دوں کہ مرد کے اعضائے تناسل بیرونی
اور اندرونی دو قسم کی رطوبتیں پیدا کرتے ہیں۔ بیرونی رطوبتیں تو ان
کو پیدا کرنے والی غدودوں کو ایک خاص اکساہٹ کے ہونے پر ہی چھوڑتی
ہیں۔ اندرونی رطوبتیں تھوڑی مقدار میں متواتر نکلتی رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ
سارے نظام جسمانی میں داخل ہو کر اس پر اثر ڈالتی معلوم ہوتی ہیں۔ ہم

جانتے ہیں۔ کہ عورتوں میں بھی اُسی قسم کی متواتر اندرونی رطوبتیں ہیں جو صرف کامل فعل مجامعت کی مقررہ اکساہٹ سے ہی چھوٹتی ہیں۔

انگریز اور امریکن لوگوں میں ۔ جو کئی باتوں میں دُنیا کے رہنما ہیں۔ ایسی شادی شدہ عورتوں کی قریبًا بے مثال اونچی اوسط ہے۔ جو گو اولاد پیدا کرتی ہیں۔ اور ہر ایک دوسری نگاہ سے خانہ داری کی زندگی آرام سے گذارتی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اپنے شوہر کے ساتھ جسمانی وصال سے پوری طرح سیر نہیں ہوتیں۔

اس ملک کی مہذب مستورات اتنی جلدی گھبرا جاتی ہیں۔ کہ ان کے بارے میں انوکھی کہاوتیں بھی گھڑی جا چکی ہیں۔ اس کی وجہ ؟

مجھے یقین ہے۔ کہ اس رنج کی ایک بڑی وجہ پورے فعل مجامعت کے نہ صرف اندرونی علم الاجسام کے متعلق بلکہ بیرونی تعلق کے بارے میں بھی مردوں اور عورتوں دونوں کی لاعلمی ہے۔

بہت سے ڈاکٹر اب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ عورتوں کی قدرتی یا بھڑکائی ہوئی خواہش جماع کی سیری نہ ہونے سے بے شمار اعصابی اور دیگر بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

ایلس[1]۔ ایک آسٹرین زنانہ امراض کے ماہر کی رائے نقل کرتا ہے۔

---

[1] H. Ellis, "Sex in Relation to Society" 1910 P. 551

وہ ڈاکٹر لکھتا ہے۔کہ "رحم کی بیماری والی عورتوں میں جو میرے پاس آئیں۔ ستر فی صدی کو رحم میں خون کے منجمد ہو جانے کی تکلیف (Congestion of the womb) تھی۔ جس کی وجہ میں ناممل جماع ہی سمجھتا ہوں"

برٹش میڈیکل جرنل* کے ایک حال کے نمبر میں ایک مضمون نگار نے کئی ایسے بیماروں کے حالات لکھے ہیں۔ جن میں عورتوں کے سخت خطرناک عوارض ان کے خاوندوں میں سرعت انزال کا عارضہ دور کر دینے پر اپنے آپ دور ہو گئے نیند جس کے ساتھ میں نے اس باب کو شروع کیا تھا۔ جماع کے جوابی اعمال کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والی اور اندرونی اعمال کے بے شمار نشانات میں سے صرف ایک ہے۔ جب فعل مجامعت ہر ایک لحاظ سے ٹھیک طور پر پورا کیا جاتا ہے۔ تو نیند کی دیوی مرد اور اس کے آغوش میں پڑی ہوئی اس کی محبوبہ دونوں کو اپنی صحت بخش گود میں تھپکیاں دے دیکر سلا دیتی ہے۔ ان کے جسموں کا ہر ایک عضو اثر پذیر اور ہوشیار ہو کر اپنا اپنا کام کرتا ہے۔ اور ان کے ارواح احت کی اونچی چوٹیوں پر پہونچنے کے بعد رفتہ رفتہ بہتے ہوئے عالم فراموشی میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہاں سے پھر آہستہ آہستہ روزانہ ہوش و حواس کے عام میدان میں اتر آتے ہیں ×

ساتواں باب

جلیمی اور رسیلا پن

کوئی شخص محبت کرنے یا نہ محبت کرنیکا اس سے زیادہ نپا تُلا وعدہ نہیں کر سکتا۔ جتنا کہ وہ طویل عمر تک زندہ رہنے کا کر سکتا ہے۔ ہاں! وہ صرف اپنی زندگی اور اپنی محبوبہ کی بہت احتیاط رکھنے کا وعدہ ضرور دے سکتا ہے۔ ایلسن کی۔

اہل فنون نے صاف طور پر اور شعرا نے شاعرانہ انداز میں تمام زمانوں میں برہنہ انسانی جسم کی خوبصورتی بیان کی ہے۔ مایلو کی دیوی وینس کے سامنے اس کے پیرس کے گھر میں تمسخر انگیز پوشاک پہنے خالی دماغ فیشن کے پتلے بھی ایک لمحے کے لئے خاموش کھڑے رہ جاتے ہیں۔ دیوی کے اس برہنہ بت کو دیکھ کر ان کے اندر یہی خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی خدائی اسرار سے بھری ہوئی چیز ہے۔ ایک دن جب میں اس قدیم دیوی کے سامنے سر تعظیم خم کر رہی تھی۔ اور اس کے جسم کی ٹیڑھی لکیروں کی تناسبت سے طاقت اور راحت کے گھونٹوں کا حظ اٹھا رہی تھی۔ بیہودہ طریق سے انگیا پہنے

ایک گُریا بت کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ اور رو کر اپنے پاس کھڑے مرد سے بولی "دیکھو۔ اس کی کیسی دلکش شکل ہے"۔

اگر بے جان سنگ مرمر پر اتنا اثر انداز ہو سکتا ہے۔ تو جیتی جاگتی خوبصورتی کی کشش اور زندگی تو اسی سے کہیں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ کوئی سڈول جسم والا نوجوان لڑکا یا لڑکی جب زمانہ حال کے فیشنوں کی جھوٹی ہوئی بیوقوفیوں سے آزاد ہوتی یعنی کپڑے اتار کر برہنہ ہو جاتی ہے۔ تو وہ بیحد زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔

ایک حسین عورت کے جسم میں ایسی آسمانی ملاحت رہتی ہے۔ جس کا تھوڑا بہت بیان صرف کوئی شاعر ہی کر سکتا ہے۔ ہماری قوم نے انسانی جسم کی اصلاح کو اتنی دیر تک بھلائے رکھا ہے۔ کہ بالغ مردوں اور عورتوں کا افسوسناک تناسب کشش کرنے والا نہیں رہا۔ لیکن زیادہ تر نوجوان لڑکے لڑکیوں میں خوبصورتی کے عناصر موجود ہیں۔ اور خصوصاً انہیں کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

الف ننگے نوجوان لڑکے یا لڑکیاں بھدّے نہیں معلوم ہوتے۔ چیتھڑے برائے نام زیوروں کی فاتی ٹیڑھی لکیریں بے جوڑ لکیریں اور رنگ مات ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے بکھرے ہوئے ڈھیر سے اوپر نکلتی ہوئی برہنہ تصویر اپنی پورے درجے کی سادگی میں دیکھی جاتی ہے۔ گلیوں میں کھیلنے والے چھوٹے چھوٹے مفلس بچے بھی جب ندی یا تالاب کے کنارے اپنے پھٹے پرانے کپڑے اتار کر پانی میں چھلانگ لگاتے ہیں۔ تو وہ کیسے

خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔

اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ اس زندہ خوبصورتی کے خزانہ کو ایک کا دوسرے کے سامنے کھول دینا محبت کے بے شمار میٹھے جوشوں میں سے ایک ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو اس نظارہ کو دیکھنے اور اس سے حظ اٹھانے کا حق دینا جو دنیا کے تمام نظاروں سے زیادہ کاریگری نگاہ کو کھینچتا اور سیر کرتا ہے۔

لیکن یہ جوش عورت میں اس کی شہوت کی لہر کے قدرتی نتائج میں سے کم ازکم دو کے ذریعہ اُبھرتا ہے۔ ہر ایک ماہ میں کچھ وقت تک اس قدیم روائت نے کہ وہ ناپاک ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آشکارا ضروریات نے عورت کو اپنے شوہر کی نگاہ سے چھپ جانے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن خلاف ازیں باقاعدہ ایسے موقعہ آتے ہیں۔ جب چھاتیوں کی گولائی اور غیر معمولی طور پر ان کے بھر جانے سے اس کے جسم کی خوبصورتی نسبتاً بہت بڑھ جاتی ہے (یہ شہوتی لہروں کے آتار چڑھاؤ کے ان اعمال کے باقاعدہ علم الاجسامی نتائج میں سے ایک ہے۔ جو اس کے اندر ہو رہے ہیں۔ اور یہ عموماً اس کے قدرتی جذبۂ شہوت کی لہروں کی چوٹیوں کے مطابق ہے۔ جیسا کہ نقشوں میں دکھلایا گیا ہے۔) اپنی خوبصورتی کی چمک دمک اور کامل صفائی کو کسی قدر یا بالکل نہ جانتی ہوئی وہ اس خوبصورتی کو اپنے شوہر کی آنکھوں کے سامنے جب وہ اس کے ساتھ پریم کرتا ہے۔ ظاہر کرنے کے لئے اس کی بیماری ترغیبوں سے خوش ہوتی ہے۔ لیکن یہ مخصوصیت یہ ملکوتی خوداعتمادی

اس کی قوت زندگی کے قدرتی اتار کے وقت پیچھے ہٹ جاتی ہے۔

مرد کے لئے یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ اس کی محبوبہ کی ان میٹھی تبدیلیوں کو جبراً ایک جیسا نہیں بنا دیا جاتا۔

مردوں کے بزرگ شکار سے اپنی گذر کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے خون میں ابھی تک قدیم شکاری زندگی کا اتنا زیادہ حصہ موجود ہے کہ خوبصورتی جو ہمیشہ ان کے پاس اور سامنے رہتی ہے۔ وہ باقاعدہ طور پر شہوت کے چڑھاؤ کی دھوکا دینے والی اور تغیر پذیر دلفریبیوں کی نسبت اُسے بہت کم کھینچتی ہے نہایت ترقی یافتہ اور مہذب عورت جس میں اپنی ہستی کی بڑی بڑی لہروں یعنی جوشوں کو محدود کرنے کے عوض ان کی کامل نشوو نما کرنے کی سوجھ ہے۔

اپنے ہمیشہ تبدیل ہوتے رہنے والے حالات کے ذریعہ مرد کے بہت سی عورتیں کرنے کے فطرتی جذبے کو سیر اور قابو کر سکتی ہے۔ اور اس کی قدرتی صورتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ کسی وقت بے رخی اختیار کر لیتی ہے شہوت سے گہری نفرت کا احساس کرتی ہے۔ اور تنہائی میں یا کسی قسم کا حملہ ہونے پر چٹیلی ناگن کی طرح غضبناک ہو جاتی ہے۔

یہی ایک بات ہے۔ جسے عورت بہت زیادہ بار بھول جاتی ہے۔ مرد نے اُسے اتنا پالتو بنا لیا ہے۔ کہ وہ جلد اس بات کا احساس کرنے لگتی ہے۔ کہ شادی کے بعد وہ شوہر کی ہو گئی۔

شکار کو قابو کرنے میں جس طرح شکاری کو خوشی۔ دھڑکن یا سنسنی اور حیرانی ہوتی ہے۔ ویسے ہی عورت کے دل کے ہرن کو کوشش سے بس میں

کرنے میں مرد کو ہونی چاہئے۔ لیکن عورت مرد کے لگاتار مطالبات کو گھریلو گانے کی طرح بغیر کسی رکاوٹ کے منظور کرلیتی ہے۔ اس لئے مرد اپنی کامیابی پر ویسا شاداں و فرحاں نہیں ہوتا۔

ہماری زمانہ حال کی گری ہوئی زندگی کے ادنےٰ برتاؤ میں یہ خوشی کئی گھروں میں کم و بیش ذیل کے طریق سے کام کرتی ہے۔ میاں بیوی ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ دونوں نہ صرف خوشی اور دلچسپی کے اوقات پر ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔ بلکہ بناؤ سنگار کے بہت سے ناپسند اور تمسخر آمیز کاموں کے موقعوں پر بھی ایک جگہ موجود ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ شوہر اپنی عورت کو بال سنوارتے اور صابن ملتے۔ ایک بار شاید دو بار بھی یا طویل وقفوں کے بعد دیکھ کر مست ہو جائے۔ لیکن فطرتاً یہ ایسا ناپسندیدہ فعل ہے کہ یہ ہمیشہ کیلئے کشش کا باعث نہیں ہو سکتا۔ ایک حسن کی دیوی کو گہرے شفاف پانی میں برہنہ بدن نہاتے دیکھنا مرد کو ہمیشہ کے لئے فریفتہ کر سکتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ بڑا دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن معمولی باتیں جو روزانہ بن ٹھن کے لئے ضروری ہیں۔ تصویر کو صرف بگاڑنے اور محبوبہ کے جسم پر توجہ دینی اور اس میں جو دلچسپی لینی چاہیے۔ اس کو کم کرنے کا کام کرتی ہیں۔ اس لئے آخر کار قدرتی روزانہ ضروریات میں ہر روز کا ساتھ اس راحت عظیم کو گھٹاتا ہے۔ جو میاں بیوی کو ایک دوسرے سے ملتی ہے۔ اور اس لئے اس ضروری اور دلگداز طریق سے۔ گو چوری سے اور چھپ کر۔ اس اکساہٹ کی تیزی کو جو میاں بیوی ایک دوسرے میں

پیدا کرتے ہیں گھٹاتا۔ اور ان کی مجامعت کی بھڑک کو کم کرتا ہے۔ جس سے علم الاجسام کے نکتہ نگاہ سے جماع کی قیمت بہت کم ہو جاتی ہے*۔

حاصل کلام یہ کہ عورت کی ذاتی شرم کے دور کرنے جو عموماً شادی میں جبکہ عورت کلیتہً مرد کی ہو جاتی ہے۔ ایک ضروری امر سمجھا جاتا ہے۔ اس نے ہماری مستورات میں ایک روایت پیدا کر دی ہے۔ کہ اپنے خاوندوں کے سامنے وہ انفرادی یا امور خانہ داری میں سے کسی ایک یا تمام کو سرانجام دے سکتی ہیں

---

* طامس ریم طامس کی کتاب سکس اینڈ سوسائٹی کا صفحہ ۱۲۱ (سنہ ۱۹ء) کی ایک مثال یہاں بہت با موقعہ ہے۔ گو وہ مرد کے متعلق نہیں۔ بلکہ مادہ پرندوں اور حیوانات کے ذریعہ ظاہر کی جانیوالی محبت بازی اور شرم کے متعلق کہہ رہا ہے۔ "ہمیں اس بات کو تسلیم کرنا چاہئے۔ کہ اولاد پیدا کرنیکے عمل میں شعلہ ان اکساہٹ کا ہونا ضروری ہے۔ نہیں تو اس سے نفرت کی جائیگی۔ اور نسل کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور برخلاف اس کے اگر مادہ کو بس میں کرنا بہت آسان ہو۔ تو جماع کے ایک کھیل اور عیاشی طاقت کو ضائع کرنے والا اور نسل کو تباہ کرنے والا بن جانے کا خوف ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انتخاب اور قابل ترین کے ہی جی بچنے کے عمل سے قدرت اولاد پیدا کراتی۔ اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔ شہوت کی بہت زیادہ اعصابی اکساہٹ کی بابت کے بغیر (جیسا کہ خاص طور پر اچھی طرح پرندوں کے مجامعت سے تعلق رکھنے والے لاڈ پیار میں دیکھا جاتا ہے) مادہ حملہ سے قابو میں نہیں آتی۔ اور نر کو اسطرح سے عمل کرنا چاہیئے کہ مادہ اس کے بس میں آ جائے۔ اور زیادہ سرگرم فریق ہونیسے وہ اس مطلب کیلئے بڑی بڑی حیرت انگیز تدابیر کو زیر عمل لاتا ہے۔ یہ مادہ کے اس ناز و نخرہ اور شرمیلے پن کا جواب ہے۔ جس سے وہ سادی طور پر نر کو فریفتہ اور شیفتہ کرتی ہے۔ اسمیں شہوت کی اعصابی اکساہٹ کی عین ویسی ہی حالت پیدا کرنیکی کوشش کرتی ہے"

اسی طرح خاوند بھی ان کے سامنے اخفار کھنے میں بے پرواہ ہونے کا حوصلہ کر لیتے ہیں۔ دونوں کو زندگی کے ادنٰے اور ابتدائی تجربات کا ہونا زندگی کی کئی اعلٰے اور شاعرانہ ترغیبوں کو ضائع کرنے کا بے شمار گھروں میں باعث بن چکا ہے۔

عورت کا حسن اتنا عمر سے نہیں گھٹتا۔ جتنا کہ تغافل اور بے پرواہی سے ہو سکتا ہے۔ کہ شوہر اپنی بیوی کی چمکیلی تصویر کی دن بدن کم دلکش ہونے والی حالتوں کی وجہ سے خراب ہو جانے پر عشق و محبت کی حرکات سے اُسے یہ یاد دلانا بند کر دے۔ کہ تمہارا جسم نہایت قیمتی ہے۔ لیکن کئی مردوں کو جو ان عورتوں کی ہر ایک حالت کو توجہ سے دیکھتے ہیں۔ عورت کی بے وقوفی یا اُس کے اپنے جسم کی طرف سے لاپرواہ رہنے سے بہت رنج ہوتا ہے۔ عورتیں مصنوعی ہڈیوں اور اکڑانے والی تدابیر کے بھروسے رہ کر اپنی چال کی خوبصورتی کھو بیٹھتی ہیں۔ اور بھاری اور بھدّے فیشن کے کپڑے پہن کر اپنے چلنے پھرنے میں رکاوٹ پیدا کر لیتی ہیں۔ وہ بھول جاتی ہیں۔ کہ نہ صرف کپڑوں میں ڈھکے ہوئے اپنے حسن کو بلکہ اپنے جسم کی بناوٹ کو بھی ان اشیاء کے ذریعہ جنہیں وہ کھائیں۔ ان کاموں کے ذریعہ جو وہ کریں۔ اور ان باتوں کے ذریعہ جن پر وہ غور کرتی ہیں۔ وہ کتنے ناقابل اندازہ طور پر اپنے بس میں کر سکتی ہیں۔

ایک دانشمند کا قول ہے۔ کہ سولہ سال کی عمر میں۔ اگر عورت خوب صورت ہے تو اُس کے لئے وہ کسی تحسین کی مستحق نہیں۔ ہاں

اگر ساٹھ سال کی عمر میں وہ اپنے حسن کو قائم رکھے تو سمجھو کہ یہ حسن اس نے اپنی کوشش سے قائم رکھا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تمام دنیا حسن کے لئے اتنی پیاسی ہو جائے۔ کہ ہم ساری قوم کو یونانیوں کی طرح خوبصورت بنا دیں۔ ٭

اس پہلو سے میں سمجھتی ہوں۔ کہ عورت کی نسبت مرد کو زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ مرد بنیادی طور پر اس وقت تک شکاری ہی رہا ہے۔ اسے شکار کی چٹخارے بھری چاٹ اور سنسناہٹ کا اب بھی احساس ہوتا ہے۔ وہ جنگل میں حسن کی دیوی کے پاس بے خبر پہنچ جانے کے ہمیشہ خواب دیکھتا رہتا ہے۔ برخلاف اس کے شادی شدہ عورت ایک بار سب کچھ نذر کر چکنے پر مرد کی رفاقت میں مطیع ہو کر رہتی ہے۔

گذشتہ ابواب میں علم الاجسام کے متعلق جن دقیق مسائل پر غور کیا گیا ہے ان کے مقابلہ میں خواہ یہ ادنے بیان پڑے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ خاوندوں کی بھلائی کی خاطر عورتوں کے لئے ایک اہم نصیحت یہ ہے ہمیشہ ادنے نیچ اور گندے سے بچتی رہو۔ جہاں تک ممکن ہو اور یہ جتنا پہلے پہل ظاہراً معلوم ہوتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ممکن ہے۔ اور اس کے لئے خانہ داری کی عادات میں صرف تھوڑی سی توجہ اور انتظام کی قابلیت کی ضرورت

٭ اس سلسلہ میں دیکھو میری پستک رتی وگیان (شائع کردہ ساہتیہ سدن لاہور) کی داماچرت پرکاش نامی فصل۔ مترجم

ہے۔ اس بات پر پکی رہو۔ کہ تم خاوند کو صرف اسی وقت اپنے نزدیک آنے دو گی۔ جب ملاپ میں حظ حاصل ہوتا ہو۔ جہاں مالی حالت اجازت دے میاں بیوی کے سونے کے کمرے علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو سونے کے کمرے میں ایک پردہ لٹکا دینا چاہئے۔ جسے حسب منشاء گرانے سے کمرہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ تنہائی میں سوچ و چار کے بغیر کوئی بھی انسان پوری نشوونما کو حاصل نہیں کر سکتا۔ ایک شادی شدہ عورت کا اپنے جسم اور روح پر کامل اختیار رہنا نہایت ضروری ہے۔ یہ بات اس حالت میں ہو سکتی ہے۔ جب اس کے پاس کوئی ایسا گوشہ تنہائی ہو جس کو کوئی چھین نہ سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی علیحدہ علیحدہ کمروں کا یہ مطلب نہیں۔ جیسا کہ اکثر سمجھا جاتا ہے۔ کہ خاوند صرف اسی وقت عورت کے کمرے میں آئے۔ جب وہ اس سے ہمبستری کرنا چاہتا ہو۔ ایک صریح الحس عورت کے اس بات کو پیشتر سے جاننے سے بڑھ کر کہ میرا خاوند کس مطلب کے لئے میرے پاس آرہا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی الفت سے کیوں نہ آئے۔ اس کی خواہش وصال کو روکنے والی کوئی اور چیز نہیں۔ اس وجہ سے اور جدائی کے خیال سے بعض لوگ علیحدہ علیحدہ کمروں میں سونے پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ علیحدہ علیحدہ کمروں میں سونا اکثر بیاہ کے سُکھ کے کرکرا ہونے کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کا باعث یہ ہے۔ کہ خرابی دوسری باتوں میں ہوئی ہوتی ہے۔ ہر رات کو جب تک کوئی خاص بات مانع نہ ہو۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے سے ملنا چاہئے۔ اس طرح وہ پیار

بھر ہی گہری باتیں کر سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ پریم اور محبت کی باتیں اندھیرے میں ہونی چاہئیں۔ جو ہو مرد بھی دل میں ہمیشہ طفل ہی رہتے ہیں۔ اور جس پیار دُلار سے بچوں کو راحت ملتی ہے۔ وہی ایک نوجوان کی زندگی کو رسیلا اور شیریں بنا دیتا ہے۔ اُن کے "نمستے" کر کے ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کا وقت جو برسوں کے بیرونی داغوں کو خوشی سے بھول جانے اور اعتمادوں کے ملائم رسیلے اور شاید زندہ دلانہ تبادلہ کا وقت ہونا چاہئے۔ یہ باتیں گزشتہ بیانات سے ٹکراتی نہیں ہیں۔ اس لئے جب اس قسم کی روش اختیار کر لی جائے۔ تو یہ اس اعتراض کو بھی دور کر لیتی ہیں۔ جو بعض لوگ علیحدہ کمروں میں سونے کو مفارقت کا موجب مان کر کہا کرتے ہیں۔

آٹھواں باب

تجربہ

عورت اور مرد کا وہ تیز شراب کی طرح کا پیار درحقیقت کتنا گہرا اثر ڈالنے والا ہے۔ یہ ارادہ کے جادو سے جذباتی اور روحانی صورت میں بدل جاتا ہے اور صرف ناعاقبت اندیشی اور حظ اٹھانے کی بنا پر جسمانی نکاسوں کے ذریعہ اس کا بے روک ٹوک نکال دینا کتنا نقصان دہ ہے۔ اس لئے میاں بیوی کو آپس میں کسی بھی دوسری بات سے اتنا نہیں ڈرنا چاہئے۔ جتنا کہ اس سے یعنی محبت کو برے اعمال میں لگنے سے۔ یہ محبت کی بگڑی ہوئی اور بھونڈی شکل ہے۔ اور یہ وہ چٹان ہے۔ جس کے ساتھ ٹکرا کر شادی کا جہاز عموماً ٹوٹ جایا کرتا ہے۔ ایڈورڈ کارپینٹر

اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ شادی کا جہاز اس چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر ایک زمانہ میں روحانی خوبصورتی کی خواہش کی جاتی رہی ہے۔ اکثر آدمی ایسے بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خود کو جسم کے تمام

ے جسم پر قابو حاصل کرنے کے لئے آدمی

ےشت اور بعض اوقات ترقی معکوس

ے والے انکشاف میں انسانی سوسائٹی بلاشبہ برہمچاریوں یعنی

بت زیر احسان ہے۔ لیکن یہ زیر باری آج کل کی نہیں۔ اب

لو ہم ادنے درجہ کی طاقتوں پر قابو حاصل کر رہے ہیں۔ اپنے جسمانی جوابی

عملوں کے پیچیدہ معانی اور روحانی تبدیلیوں کا علم حاصل کر رہے ہیں

اور مستقبل میں اعلےٰ درجہ کی مجلسی کسوٹی عورت مرد کا جوڑا ہی مانا جائے گا۔ جو

پریم کی گرمی سے پگھل کر اس طرح ایک ہو جاتا ہے۔ کہ صرف سچے پریم کی راہ

سے ہی حاصل کی جا سکنے والی اعلےٰ سے اعلےٰ تمام انسانی پوشیدہ طاقتیں

ان کی ہو رہتی ہیں۔

تو بھی جیسا کہ آج ہماری زندگیاں ہیں۔ ہمارے اندر اور باہر کی مزاجوں

کے ابھی تک کئی بچے کھچے حصے ہیں۔ ہمیں برہمچاری (مجرد) کو سمجھنے کی کوشش

ضرور کرنی چاہیئے۔ برہمچاری مرد (بہت کم برہمچارنیاں) شاذونادر ہی شادی

کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ دونوں کی رضامندی سے عقد ہونے

اور جسے راحت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے چند سال بعد ہو سکتا ہے۔ کہ عورت

یا مرد مجامعت کو برا خیال کر کے اُسے چھوڑ دیں اور خود کو اس طرح ایک اونچی

سطح پر پہنچا ہوا سمجھنے اور ماننے لگیں۔ لیکن ایسے لوگ شاذونادر ہی اپنے

آپ پر یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ کیا ہم امور خانہ داری کے دنوں میں اپنی زندگی

کی اونچی سطح پر پہونچ سکے تھے؟

شادی شدہ برہمچاری کی مشہور مثال ٹالسٹائی ہے۔ جس کی آخری رائے یہ تھی۔ کہ اعلےٰ معراج کا آدمی ہی اپنے جذبۂ شہوت کو پوری طرح روک کر برہمچریہ کی زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن مجردوں کو شاذ ونادر ہی انسانی جسم کے علم کی زیادہ واقفیت ہوتی ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام قسم کی خوبصورتی اور مذہبی جوش کے ہوتے بھی ان میں اکثر اس گوڑھ گیان کی کمی ہوتی ہے۔ جو مرد اور عورت کے اعلےٰ قسم کے وصال سے پیدا ہونے والی نئی پیدائش یعنی ہونے والی اولاد کے مطلب اور پوشیدہ طاقتوں کو ٹھیک طور پر محسوس کرنے کے لئے ضروری ہے۔ بلا شبہ اگر ہم ایک گھنٹے کے لئے آکسیجن یا ہائڈروجن کے علیحدہ علیحدہ کیمیاوی اجزا کی جگہ خود کو رکھ کر دیکھیں۔ تو ہمیں اُس قطرۂ آب کے مادی اوصاف کا علم بھی نہ ہوگا۔ جو ان دونوں کے ملنے سے بنتا ہے۔ اسی طرح برہمچاری کو شادی کے حقیقی تعلق کی خوبیوں اور ازلی پرماتما کے ساتھ اس کے اعلےٰ درجہ کے امکانات اور تعلقات کا ذرا بھی علم نہیں ہوسکتا۔

بہتیرے دیگر مذاہب کی طرح عیسائی مذہب کے ابتدائی زمانہ میں دنیا سے علیحدگی کی بھاری لہر چلی تھی۔ گو یہ خشک ویراگ تھا جیسا کہ اب بھی ہے۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اس کے ساتھ ایک رسیلا ویراگ بھی تھا۔ جو اپنے بت پرست معاصرین کی خواہشات نفسانی کی غلامی سے نفرت کرتے ہوئے بھی باہمی وصال کی خوشیوں اور لذتوں سے کلیتہً منع نہیں کرتا تھا۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ابتدائی زمانہ کے عیسائی

برہمچاری بگڑی ہوئی شکل میں شادی کے تھوڑے سے بے معنی فوائد کو حاصل کر لیتے تھے۔ ایس ریکس اینڈ سوسائٹی جلد ۶)

ان برہمچاریوں کے عاشقانہ تعلق کا ایک دلچسپ بیان بتلاتا ہے۔

کرسوسٹوم (ان کے خلاف جو اپنے گھروں میں کنواری لڑکیاں رکھتے ہیں) کہتا ہے۔ کہ ہمارے اباؤ اجداد صرف دو ہی قسم کا عورت و مرد کا تعلق مانتے تھے۔ ایک شادی دوسرا ناجائز تعلق۔ اب ایک تیسری قسم پیدا ہو گئی ہے مرد جوان لڑکیوں کو اپنے گھروں میں لے جا کر ان کے کنوارے پن کی عزت کرتے ہوئے انہیں مستقل طور پر رکھتے ہیں۔ کرسوسٹوم دریافت کرتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شادی کے ملاپ اور مجامعت کو چھوڑ کر بھی عورت کے ساتھ مل کر رہنے سے زندگی راحت بخش ہو جاتی ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ اور شاید میرا ہی نہیں۔ ممکن ہے ان لوگوں کا بھی ہو۔ وہ اپنی عزت کو اتنی سستی نہ بناتے اور نہ ایسے بہتانوں کو ہی پھیلنے دیتے۔ اگر یہ راحت اتنی تیز اور تکلیف دہ نہ ہوتی . . . .

اس بات سے تمہیں پہلے پہل تعجب ہوگا۔ کہ اس میں حقیقتاً راحت ہے۔ جو تعلق شادی کی نسبت زیادہ اچھا پیار پیدا کرتا ہے۔ لیکن جب تمہارے سامنے ثبوت پیش کرونگا جب تم میرے ساتھ اس بات میں متفق الرائے ہو جاؤ گے۔ کہ شادی کی زندگی میں خواہش شہوت کو قابو میں نہ رکھنے سے اکثر جلدی ہی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کے سوا جماع قیام حمل بچے کی پیدائش۔ بچوں کو چھاتیوں سے دودھ پلانا۔ ان کی

پرورش اور تعلیم اور وہ تمام تکالیف اور تفکر جو ان باتوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ جلد ہی جوانی کو تباہ کر ڈالتے اور راحت کو کرکرا کر ڈالتے ہیں۔ کنواری ان بوجھوں سے خالی ہوتی ہے۔ اس کی طاقت اور جوانی برابر بنی رہتی ہے۔ چالیس سال کی عمر میں بھی وہ ایک قابل شادی نوجوان لڑکی کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس طرح اس کے ساتھ رہنے والے مرد کے دل میں دوگنی محبت بھڑکتی ہے۔ خواہش کی سیری اس چمکتے ہوئے شعلہ کو کبھی بجھانے نہیں پاتی جس کی طاقت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔"

کرسوسٹوم ان تمام چھوٹی احتیاطوں اور التفاتوں کا مفصل ذکر کرتا ہے جو اس کے زمانہ کی نئی جوان لڑکیاں چاہتی تھیں۔ اس زمانہ میں ظاہراً یا پوشیدہ طور پر لوگ لڑکیاں دیا کرتے تھے۔ مصنف کا بیان ہے۔ کہ جو ایسے اشخاص کسی عورت سے حد سے زیادہ بغل گیری اور بوسہ بازی کرتے ہیں وہ کس قدر ترستے ہیں۔ لیکن لطیف عصمت کی یہ نئی پاکیزگی جو زمانہ قدیم کے ان عیسائیوں پر ایک لذیذ دریافت کی شکل میں آئی تھی جنہوں نے بت پرست دنیا کی عیاشی کو مضبوطی کے ساتھ پرے دھکیل دیا تھا۔ بہت گہری گڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ ہم بدنامی کے خوف سے پادریوں کو اس کی برابر مذمت کرتے پاتے ہیں۔ گو ان کی مذمت کبھی کبھی پوشیدہ ہمدردی کے رنگ سے خالی نہیں ہوتی۔

اسی طرح جیروم اپنی چٹھی میں جو اس نے یوسٹوچیم کے نام لکھی۔ اُن جوڑوں کا ذکر کرتا ہے۔ جو ایک ہی کمرہ میں بلکہ اکثر ایک ہی بستر پر سوتے تھے

اور اگر ہم کوئی قیاس کریں۔ تو وہ ہمیں شکی مزاج کہتا ہے۔ لیکن سائیپر ین
دالپشٹولا (Epistola) ان آدمیوں کی تعریف کرنے کے ناقابل
ہے۔ جن کے ایک ڈیکن (deacon) کے بارے میں وہ سنتا ہے
کہ وہ کنواریوں کے ساتھ بلا تکلف رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ
ایک ہی بچھونے پر سوتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔ کہ عورت ذات کمزور
دل اور نوجوان عیاش ہوتے ہیں۔"

لیکن اصل برہمچاری وہ ہے۔ جسے لفظ برہمچاری عموماً باطنی آنکھوں کے
سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔ خواہ وہ اپنے آپ پر قابو پانے کے معجزے دکھائے
اور خواہ جذبۂ شہوت کو اپنے بس میں کرے۔ قدرت کی حکم عدولی کا عزم کر کے
وہ اکثر طاقتور بننے کی بجائے کمزور ہو جاتا ہے۔ جو درحقیقت بڑا ہے۔ اس
کو چھوڑ کر باقی تمام میں مناسب سے زیادہ اس خواہش مجامعت کو دبانے
سے جو آغاز عالم کی عورتوں اور مردوں کے دلوں میں اس وقت پیدا کی گئی
تھی۔ جب ان کو پھولنے پھلنے کو کہا گیا تھا تنگدلی اور ٹیڑھا پن پیدا
ہوتا ہے۔

ایلن کی (Love and Marrige) کہتا ہے:۔

"جو برہمچاری جذبہ شہوت کو قابو میں لانے کے لئے صرف خود ضبطی کی ہی
سفارش کرتے ہیں۔ اس وقت بھی جبکہ اس قسم کی خود ضبطی زندگی کے
راستے میں صرف مزاحمت کرنے والی ہوتی ہے۔ وہ اس طبیب کی طرح
ہیں جو بیمار کے بخار کو صرف مار کر بھگا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے

اس بات کی پرواہ نہیں۔ کہ اس علاج سے مریض مر جائے گا۔

ہو سکتا ہے۔ کہ یہ برہمچاری دو مختلف راستوں سے اپنے اس مذہبی پاگل پن پر پہنچے ہوں۔ ایک گروہ جس میں زیادہ تر برہمچارنیاں ہیں۔ کام دیو (جذبۂ شہوت) سے اس لئے نفرت کرتا ہے۔ کہ اس نے ان پر کبھی اپنی مہربانی کا اظہار نہیں کیا۔ دوسرا گروہ جس میں زیادہ تر برہمچاری مرد ہیں۔ اس کو اس لئے کوستا ہے۔ کہ وہ ان کو کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔"

اگر اس مضمون پر غیر جانبدارانہ تحقیقات کے ذریعہ زیادہ جدید اور علمی خیال سے غور کیا جائے۔ تو ایک طبیب عورت اور مرد دونوں میں تھوڑے بہت صرف برہمچریہ سے ہی پیدا ہونے والے عوارض کی ایک طویل فہرست بنا دیگا Neuralgia (نیورل جیا) سے لے کر Fibroid Growths (فائبرائڈ گروتھس) تک تمام بیماریاں اس کے اندر آجاتی ہیں۔

اور یہ بھی قابل توجہ ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ یہ بیماریاں ایسے وقت پر بھی موجود ہوں جبکہ مریض کو (جیسا کہ اکثر غیر شادی شدہ عورتوں کی حالت میں ہوتا ہے) اس بات کا ذرا بھی خیال نہ ہو۔ کہ خواہش شہوت کا جوش مجھ میں بے لگام پھر رہا ہے۔

اس طرح برہمچاری اور عیاش (خواہ جائز بیاہ میں یا ویسے ہی) دونوں کو بیماریوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ لیکن میرے علم میں کوئی بھی ایسا عارضہ نہیں۔ جو قدرتی اور باہمی راحت بخش تعلقِ شادی سے پیدا ہوتا ہو۔ یہ

تعلق ہے۔ جو یقیناً بہت سے لوگوں کو تندرستی اور قوتِ زندگی عطا کرتا ہے
جس عمیق صداقت کا برہمچاری احساس کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ برہمچریہ
کی قوتِ پیدائش کو دوسرے مفید کاموں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس
صداقت کو شادی کی زندگی میں ہرگز بھولنا نہیں چاہیئے۔ اُن موقعوں کو
چھوڑ کر جب جماع قدرتی۔ راحت بخش اور ابھارنے والا ہوتا ہے۔
باقی تمام اوقات پر پورا برہمچریہ اختیار کر کے تندرست قوت جماع یعنی
منی کو ہر ایک قسم کے دوسرے نیک کاموں میں لگاتے رہنا
چاہیئے۔

نواں باب

اَولاد

میں تیرے ہِت۔ تو میرے ہِت ہے یہ پڑیے وِشو وکھیات
پر ہِت سادھن ہیتو۔ نہ کیول تو ہِت ہے یہ نشچہ جات
بڑے بڑے رند ھیرویر تو سُکھ گر یہہ میں سوتے ہیں۔
جو نہ اپنے سے ۔ بس میرے ہی دوار اجاگرت ہوتے ہیں

والٹ ہوٹ مین اور منی رام گیت!

سمادھی (وجد) کی حالت میں یوگی اپنی شخصیت کے ملاپ کے ذریعہ عالم کی خدائی طاقتوں کے ساتھ وحدانیت کا احساس کرتا ہے۔

لیکن عام انسان مرد وعورتیں یوگ کے اس آنند کو نہیں جانتیں۔ اور عام انسانی سمجھ خلقت کی زندگی بخش طاقتوں کے ساتھ اس کے ملاپ کی نسبت اس سے ان کی علیحدگی کو زیادہ تر جانتی رہی ہے۔ پھر بھی اس نیم حواس باختہ وجد کی گرمی کا مقابلہ جس میں یوگی کی ساری ہستی پگھل جاتی۔ اور رہتی

طاقت کے جلال میں تیرتی ہے۔ پیارے اور پیاری کے بیچ پائے جانے والی بے خودی سے کیا جاتا ہے۔

جب دو ایسی شخصیتیں جو ہر ایک نکتہ خیال سے موزوں میاں بیوی ہیں۔ بے شمار طاقتوں کی آگ سے اندر ہی اندر جلنے لگتی ہیں۔ جس سے ان کے جسموں میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے کے اندر گھس جائیں۔ اور ایک دوسرے کو گھیر لیں۔ یعنی دو قالب و یکجان ہو جائیں تو خوشی اور وجد کی محویت صرف مادی ہی نہیں ہوتی۔ وصل کا نیم حواس باختگی کا جذبہ جو اس لمحہ میں جب کہ وجد مستی (انزال) کی حد تک پہنچ چکا ہوتا ہے۔ روح کو آ دباتا ہے۔ عورت اور مرد کی تمام ہستی کو اپنے تیز بہاؤ میں بہائے جاتا ہے۔ اور ایسا جان پڑتا ہے۔ گویا کہ وصال کی گرمی اُن کے ہوش و حواس کو بھاپ بنا کر اڑا دیتی ہے۔ جس سے تمام آکاش بھر جاتا ہے اس لمحہ وہ ملکوتی خیالات میں لایزال طاقت کی ان لہروں کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتے ہیں جو یوگی کو اکثر سنہری روشنی کی شکل میں نظر آتی ہیں۔

راحت عظیم کے طبقہ میں داخل ہونے کے بعد جب دونوں میاں بیوی وہاں سے واپس ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنے ساتھ اس روشنی کی ایک چنگاری لاتے ہیں۔ جسے ہم اپنی زبان میں زندگی کہتے ہیں۔

اور پھر کیا ہوتا ہے؟ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔

پیچیدہ اجزاء کے سارے لبھانے والے تانے بانے ہیں اور پیارے اور پیاری کو پھسلا کر ایک دوسرے کے آغوش محبت میں جکڑ دینے میں قدرت

کا اصل مطلب یہی ہے۔ دو ہستیوں کے ایک دوسرے میں مل کر یک جان
ہو جانے سے ہی نئی زندگی روز روشن میں آسکتی ہے۔ اور اس طرح ایک
نئی زندگی کو پیدا کر کے ہی ہم اس شعلہ کو دوسروں کے سپرد کر سکتے ہیں۔
جو مادی دنیا میں ہمارے ہوش و حواس کو روشن کرتی ہے۔ ابھی ایسا شاعر
پیدا نہیں ہوا۔ جس نے اس پُر اسرار اور تعجب انگیز صداقت کو پوری
طرح سے بیان کیا ہو۔ لیکن جن کو سچے پریم کا علم ہے۔ ان سب کے دلوں
میں اس پاکیزگی کا غیبی یقین موجود ہے۔ جو ان کو فعل آفرینش یعنی ہمبستری
کے وقت حاصل ہوتی ہے۔

اگر ہمارے جسموں کی تنظیم خاص طور پر اس مقصد اولے کے لئے کی
گئی ہوتی۔ تو نئے بچے کو پیدا کرنے کے لئے دو شخصیتوں کو صرف باہمی ملاپ
کی پاک آگ میں سے ہو کر جانا پڑتا۔ ہماری روحیں خواہ کتنی ہی ترقی پذیر
ہو چکی ہوں۔ تاہم ہمارے جسم اسی مادہ کے بنے ہوئے ہیں۔ جس پر ان نشیاء
گزشتہ شکلوں کی مہر لگی ہوئی ہے۔ جن میں سے ہو کر ہم اپنی موجودہ حالت
کو پہنچے ہیں۔ ادنے درجہ کے جانداروں میں جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ان
میں سے زیادہ تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ اور تھوڑی تعداد کے زندہ رہنے
کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ بے شمار روحیں رحم میں جائیں۔ اسلئے ہمارے
جسموں میں رگو ادنے درجہ کے حیوانات کے مقابلہ میں ہمارے اعضا خصوصیت
رکھتے ہیں۔ عورت اور مرد دونوں ہرا ہونے کے لئے ابھی تک کبھی اس سے
کہیں زیادہ بیج پیدا کرتے ہیں جتنے کہ در حقیقت پھل سکتے اور زندگی حاصل

کر سکتے ہیں۔ ہماری تاریخ کا سلسلہ ہم پر اتنا گہرا منقش ہے۔ کہ ہر ایک تخم اس بات کو نہ جانتا ہؤا کہ اگر وہ غیر موافق موقعہ پر پختگی کو پہنچیگا تو وہ ضائع جائیگا۔ اپنی ترقی کے لئے اسی طرح اڑ رہا ہے۔ جس طرح وہ موافق حالات والا اڑتا ہے۔ جو طبعی زندگی بھوگتا اور نئی ہستی کو پیدا کرتا ہے۔

اس وقت ہمارے جسموں کی جس قسم کی تنظیم ہے۔ ہمارے لئے مذہبی رہنماؤں کے احکام کو ماننا اور ہونے والی زندگی یعنی جراثیم منی اور عورت کے رج کے انڈوں کو تباہ کرنے سے پرہیز کرنا بالکل ناممکن ہے۔ عورت کے لطیف بیضے گو مرد کے جراثیم منی سے غایت درجہ تعداد میں کم ہوتے ہیں تاہم وہ ہر ایک ناکتخدا اور شادی شدہ عورت میں بے فائدہ ہی بار بار ترقی پذیر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بے شمار جراثیم منی مجامعت کے اس فعل ہی میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ جو ایک ہی موافق جرم کے ذریعہ عورت کو ہرا کر سکتا ہے۔ اگر مذہبی واعظوں کا مطلب بھی وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ اور ہر ایک آدمی سے چاہتے ہیں۔ کہ وہ اولاد پیدا کرنے کی غرض کے سوائے کامل برہمچریہ رکھنے کے لئے اپنی خواہش سے کوشش کرے۔ تو اس سے تمام ہونے والی زندگی کی بربادی کو روکنے کا ان کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اور ہر ماہ عورتوں میں سے ہر ے نہ ہونیوالے انڈوں کے نکلنے کو لاکھ کوشش کرنے پر بھی روکا نہیں جا سکتا۔ انسان نہیں۔ بلکہ قدرت نے ہونے والی زندگی یعنی خون حیض میں نکلنے والے لطیف انڈوں کی بربادی کا اصول بنایا ہے۔ جس کے خلاف کہ پادری لوگ اتنا غصہ جھاڑتے ہیں۔

تب اگر اپنی زندگیوں کے زیادہ حصہ میں عورت اور مرد دونوں کے لطیف بیج رحم کے بچے کو بنائے بغیر ناگزیر طور پر جدا ہو جاتے ہیں۔ تو ان لطیف تخموں میں سے پہلے کے قیام حمل کے لئے حتی الامکان نہائت موافق موقعہ منتخب کرنے میں کوئی بُرائی نہیں۔ جس سے اس ایک کو نئی زندگی کی پیدائش کا حق عظیم حاصل ہو جائے۔

جہاں اس بات کا خیال نہیں کیا جاتا۔ وہاں شادی میں عموماً یہ ہوتا ہے۔ کہ ابتدائی ہمبستریوں میں سے کسی ایک میں عورت حاملہ ہو جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ شادی کے نو ماہ یا اس سے کچھ زیادہ وقت بعد میاں بیوی بچے کے والدین بن جاتے ہیں۔

اگر وہ سمجھ دار ہوتے۔ اور جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اس کے اصل مطلب کو سمجھتے ۔ تو وہ اپنی زندگی کا کارِ عظیم شروع کرنے سے پیشتر کم از کم چھ ماہ یا ایک سال ضرور گذر لینے دیتے۔ کیونکہ اس کام کا بوجھ زیادہ تر عورت پر پڑتا ہے۔

کئی وجوہات سے بچوں کا اپنے آپ اور شروع میں ہی ہونا زیادہ معراج* ہے۔ لیکن اگر مالی حالت اچھی نہ ہو۔ جیسا کہ عموماً مہذب دنیا میں ہوتی ہے۔ تو بالکل شادی ہی نہ کرنے سے تو یہ اچھا ہے۔ کہ

---

* بن بلائے بچوں کو آنے سے روکنے کے عملی طریق میری کتاب Birth Control (برتھ کنٹرول) دسر سوتی آشرم ہسپتال روڈ لاہور) میں مفصل دئے گئے ہیں۔ مترجم

شادی کرلی جائے - اور بچے دیر سے پیدا کیئے جائیں (دیکھو میری کتاب (Wise Parent-hood)

اگر جوڑے کا چھوٹی عمر میں ہی عقد ہوگیا ہو - اور وہ بچوں کی پرورش کرنے کے ناقابل ہوں - تو انہیں کچھ دیر انتظار کرکے اولاد پیدا کرنے میں ہی فائدہ ہے - جن جوڑوں کو میں جانتی ہوں - ان میں سے جو بہت آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں - ان میں سے ایک ہی حالت مستثنے ہے - اس اس جوڑے نے اس وقت شادی کی تھی - جس وقت وہ ابھی یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے - اور چودہ سال بعد ان کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا جس کی صحت بہت اچھی تھی - گو اتنے طویل وقفہ کی تمام جوڑوں کے لئے سفارش نہیں کی جا سکتی - کیونکہ کہا جاتا ہے - کہ اس سے بانجھ پن پیدا ہو جاتا ہے - لیکن ان کی حالت میں یہی اچھا تھا - کہ چودہ سال تک شادی کے لئے انتظار کرنے اور مرد کو گراوٹ کی جوکھوں میں ڈالنے کی نسبت دونوں قدرتی طور پر صبر اور آرام کی زندگی گذارتے رہیں -

ان کے اپنے اور بچے دونوں کے لئے کئی وجوہات ہیں - جن سے جب تک خاص حالات کی وجہ سے میاں بیوی متواتر اکٹھے رہنے کی امید نہ کرسکتے ہوں مستقبل کے والدین کو کچھ دیر انتظار کرنے کی کامل احتیاط کرنی چاہیئے -

جس بچے کا حمل خوشی اور امید میں قرار پایا ہو - اُسے ہر ایک ایسا مادی موقعہ دیا جانا چاہیئے - جسے والدین کی دانائی اور محبت پیدا کرسکتی ہے - اور

اس کی صحت کی پہلی اور نہائت ضروری شرط یہ ہے۔ کہ جب تک وہ حمل میں رہے۔ اس کی ماں تندرست بآرام اور ہر قسم کے تفکرات سے آزاد ہو۔

عورت کے سارے نظام جسم پر شادی کے نہائت سخت اور دور رس اثرات اس کو کچھ دیر بعد کی نسبت شادی کے آغاز میں ہی بچہ پیدا کرنے کے کم قابل بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ بعد میں جسم خود کو نئی حالتوں کے موافق بنا لیتا ہے۔

نہ صرف بچے کے لئے ہی بلکہ شادی شدہ عورت اور مرد کو بھی مستقل آرام کے حصول کے لئے پہلا حمل کچھ دیر سے کرنا چاہیئے۔ دانشمندی عموماً (گو شاید ہمیشہ نہیں) اسی میں ہے۔ کہ جوڑے کے لازمی طور پر اپنی جگہ سے ہل جانے اور دوبارہ ٹھیک جگہ پر آ جانے سے پیشتر جس کا ہونا بیوی کے حمل اور بچے کی پیدائش کے لئے ضروری ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اپنے تعلق کو کامل طور پر قائم کر لیں۔

اس کتاب میں میں اتنا عالمگیر مرد و عورت کے تعلق کا نہیں۔ جتنا ان لوگوں کا ذکر کرتی ہوں جو آج خود کو انگریزی بولنے والے لوگوں کی نہائت مہذب اور مصنوعی جماعتوں میں پاتے ہیں۔ اور ہماری موجودہ سوسائٹی میں بلاشبہ بچوں کا جلدی پیدا ہونا مرد سے بہت زیادہ ایثار نفسی اور خود ضبطی کا مطالبہ کرتا ہے۔

اس کی ایک معکوس حرکت یہ ہوتی ہے۔ کہ مرد میں نقصان کا ناقابل بیان خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بیوی سے اس کی جدائی ہو جاتی ہے یہ بات مجھے کثیر التعداد ایسے مردوں نے پوشیدہ طور پر کہی ہے جنہوں

نے مجھے نہایت فیاضی سے اپنی زندگیوں کے اسراروں کے جاننے کے لئے قابل اعتبار سمجھا ہے۔ مسٹر سی اس جماعت کے لوگوں کا ایک نمونہ ہے۔

وہ بڑا حلیم الطبع اور مہذب تھا۔ اس میں رسیلے پریم کا پرزور جذبہ موجود تھا۔ اس کے پریم کا مرکز ہمیشہ اس کی عورت تھی۔ اس میں جماع کی ضرورت کا احساس کرنے کے لئے کافی قوت مردمی اور مادہ تولید تھا۔ لیکن وہ (کثیر التعداد دیگر لوگوں کی طرح) عورت کی موافق ضرورت سے ناواقف تھا۔ اور وہ اپنی عورت میں کبھی شہوت کا تیز جوش پیدا نہ کرتا تھا۔ اس لئے عورت کو فعل مجامعت میں کچھ بھی حظ نہ آتا تھا۔ کیونکہ یہ فعل اس کے لئے ادھورا رہ جاتا تھا۔

شادی کے جلد ہی بعد اُسے حمل ہو گیا۔ اور شادی کے دس ماہ بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔

بچے کی پیدائش کے دو سال بعد تک اس کی قوتِ زندگی اتنی کم ہو گئی۔ کہ اُسے ہمبستری سے اتنی نفرت ہو گئی۔ کہ اس نے اب خاوند سے ہمبستری کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح شادی سے تین سال بعد ہی وہ دوبارہ قدرتی طور پر مل سکے۔ اس وقت تک ہمبستری سے دیر تک مجتنب رہنے۔ مرد پر پڑنے والے بوجھ اور اس کے ساتھ گھر میں ہر روز کے میل جول نے مرد کے رسیلا پن کو اگر بالکل تباہ نہیں۔ تو مدہم تو ضرور کر دیا تھا۔ وہ قدرتی جوش جو ایک کو دوسرے سے

پیدا ہونا چاہیئے تباہ ہو چکا تھا۔ اس لئے ہمبستری میں وہ بے خودی کی باہمی گرمی کا کبھی احساس نہیں کرتے تھے۔

د نامی ایک اور جوڑا بھی اسی طرح تکلیف زدہ تھا۔ اس میں مرد کو عورت کی حقیقی اور وہمی بیماری کی وجہ سے سالوں تک ہمبستری سے منع کر دیا گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ تندرست ہو کر ہمبستری کی سخت خواہش کرنے لگی۔ لیکن اب خاوند کو اس کی خواہش پوری کرنا ناممکن معلوم ہونے لگا۔ اس کے اپنے ہی الفاظ میں اس وقت عورت کے ساتھ ہمبستری کرنا ایسے اپنی بہن کے ساتھ زنا بالجبر کرنا معلوم ہوتا تھا

ایک بار ایسا خیال مرد کے دل پر منقش ہو جانے پر ابتدا کے خوبصورت آنند کو پھر سے حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اس شروع میں ملنے والی راحت کے چھن جانے سے دونوں اپنی باقی ماندہ زندگیوں کے لئے اُس درخشندہ خوشی کو کھو بیٹھتے ہیں۔ جو نہ صرف اپنی خوبصورتی کی وجہ سے بلکہ اس قوت زندگی کی وجہ سے بھی جس کے ساتھ اس کے پر لدے ہوتے ہیں نہایت قیمتی ہے۔

برخلاف اس کے اگر چند ماہ تک (یا اگر وہ نوجوان ہوں۔ تو چند سال تک) شادی شدہ جوڑے نے خود کو باہمی موافقت میں رکھنا سیکھ لیا ہے۔ اور پوری محبت کی پوری ممکنات کا احساس کر لیا ہے۔ تو بچے کی پیدائش سے ہونے والی بے چینی انکی راحت میں کسی طرح نقصان دہ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس کا تاج اور کاملیت

ثابت ہوتی ہے۔

ایک آدمی نے ایک بار مجھ سے کہا: "پیاری بیوی کے لئے مرد سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔"

لیکن عورت صرف اس وقت تک نہایت پیاری ہوتی ہے جب وہ اور اس کا خاوند نہ صرف اکٹھے بہشت بھوگتے ہیں۔ بلکہ جب وہ اپنے تجربوں سے حاصل شدہ اندرونی نگاہ کے ذریعہ اس چیز کی ماہیت کو سمجھ لیتی ہے۔ جس سے وہ جب تک اس کی جسمانی حالت خاوند کے ساتھ جسمانی وصال کو ناممکن بنائے ہوئے ہے۔ تب تک خاوند کو محروم رکھتی ہے۔

جب عورت حاملہ ہو۔ تو عورت اور مرد کو مجامعت کرنی چاہئے یا نہیں کرنی چاہئے۔ اس سوال پر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور تعلقات زناشوئی سے تعلق رکھنے والے مسائل کی بے شمار کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مضمون کے متعلق تجربے مختلف قسم کے ہیں۔ اس لئے ہر ایک جوڑے کے پورے حالات معلوم کئے بغیر کوئی فیصلہ کن مشورہ دینا ناممکن ہے۔

لیکن جب ہم جنگلی حیوانات کی حاملہ مادہ کی قابل تعریف پاکیزگی کو دیکھتے۔ اور جب ہم عورت کی ضروریات کی غیر معمولی ناواقفیت اور لاپرواہی کا خیال کرتے ہیں۔ جو ہمیں اپنی بہت سی موجودہ رسوم میں دیکھ پڑتی ہے۔ تو اس مبہم سوال کا یہی حل ٹھیک جان پڑتا ہے۔ کہ حاملہ بچے

کی پیدائش سے کم از کم چھ ماہ پہلے تک جماع سے کلیتہً پرہیز کرے۔ لیکن میں نے کئی عورتوں سے سنا ہے۔ کہ اس وقت انہیں ہمبستری کی بھاری خواہش ہوتی ہے۔ لیکن کئی ایسی بھی ہیں۔ جنہیں اس کا خیال تک ناقابل قیاس معلوم ہوتا ہے۔

یاد رہے۔ کہ زیادہ ابتدائی جانداروں کی مثال بہت دور تک نہیں گھٹائی جا سکتی۔ کیونکہ ہزار ہا طریق سے ہم بہت اعلےٰ درجہ کی تہذیب حاصل کئے ہوئے انسان اپنی آبائی عادات کو چھوڑ کر نئی اطراف میں ترقی کر چکے ہیں۔ حاملہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرنا چاہیئے یا نہ؟ یہ ایسا سوال ہے۔ جس پر علمی تفتیش ہونی چاہیئے۔ ایسی عورتیں اور مرد بہت تھوڑے ہیں جن کا باطن اتنا صاف اور دل اتنا کشادہ ہو۔ کہ وہ اس سوال کے متعلق اپنے جذبات کو ضبط تحریر میں لائیں۔ اور ایسے ڈاکٹر بہت تھوڑے ہیں۔ جن میں اتنی لطیف ہمدردی ہو۔ کہ وہ ان باتوں کو یہاں تک کہ ان عورتوں سے بھی جن کو ذاتی طور پر ان کا علم ہے۔ دریافت کر کے معلوم کر سکیں۔ جو ثبوت میں نے اس معاملہ میں براہ راست ذاتی اعتماد کے ذریعہ اکٹھے کئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے بالکل مخالف نتائج پہلے جاتے ہیں۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ اس معاملہ میں حاملہ عورتوں میں تندرستی۔ ضروریات اور باطنی حالت کی رو سے بھاری فرق ہوتا ہے۔ میں نے ایک مشہور ماہر ڈاکٹری سے یہ دلچسپ بات معلوم کی ہے۔ کہ اس کے اپنے ہی مریضوں میں سے ایک یا دو میں جہاں بننے والی ماں یعنی حاملہ عورت جماع

کرنا چاہتی تھی۔ لیکن خاوند نے اسی کے فائدہ کے خیال سے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ڈاکٹر نے دیکھا۔ کہ ان کی اولاد بڑی ہو کر بے چین اور قابو میں نہ رہنے والی معلوم ہوتی تھی۔ اور اس میں مشتت زنی کا رجحان اعتدال سے بہت زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ اس واقفیت کو بڑھانے والے اور اہم خیال پیدا کرنے والے والدین اور ڈاکٹروں سے شہادت حاصل کر کے بڑی خوشی ہو گی۔ کیونکہ بہت زیادہ تعداد پر غور کرنے سے ہی قابل اعتماد نتائج برآمد کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن جس طرح عوام الناس کی یہ رائے ہے۔ کہ حاملہ جس بھی بے ضرر چیز کے کھانے کی خواہش کرے۔ وہ اُسے دے دینی چاہئے۔ کیونکہ اس میں ماں بچے دونوں کی بھلائی ہے۔ اس طرح میری رائے میں یہ بہت زیادہ ممکن جان پڑتا ہے۔ کہ بننے والی ماں اور پیدا ہونے والے بچے کے باپ میں اعتدال اور احتیاط کے اندر جماع کی اگر کوئی خواہش پیدا ہو۔ تو اسے تینوں یعنی ماں باپ اور بچہ کی بھلائی کے لئے پورا کر دینا چاہئے۔ اس بات کا یقین کرنے کے لئے اب میرے پاس کافی شہادت ہے۔ کہ کئی عورتوں کو حمل کی حالت میں جماع کرنے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ جماع کے لئے اعتدال سے بڑھ کر اور بہت زیادہ خواہش کو بلا شبہ ایک بُرا نشان سمجھنا چاہئے۔ اور اس کے متعلق کسی قابل ڈاکٹر سے مشورہ لینا چاہئے۔

جس عورت کے حمل میں اُس مرد کے نطفہ سے بچہ ہے۔ جس کے ساتھ اس کی غائت محبت ہے۔ اس کے دل میں یہ زوردار خواہش ہوتی ہے کہ

وہ مرد جہاں تک ممکن ہو۔ اس بچہ پر حمل ہی میں اثر ڈالنے میں میری مدد کرے اور وہ بچے کے اور میرے اتنا نزدیک رہے۔ جتنا ممکن ہو سکتا ہے۔ ہم خیال کر سکتے ہیں۔ کہ اس خواہش کی بنیاد۔ یہی نہیں۔ کہ صرف دماغ کا لطیف خیال ہی ہو۔ بلکہ اس کا انحصار خوردبین سے بھی نظر نہ آنے والے نہایت لطیف ذرات کے اُس خوبصورت شہوانی تبادلہ پر ہے۔ جو جسمانی ملاپ کے وقت چمڑے اور چمڑے کے درمیان ضروری ہوتا ہے۔ اس خیال کا پورا نقشہ کارپنٹر کی تصنیف Love's Coming of Age میں بڑی خوبصورتی سے کھینچا گیا ہے۔

جس عورت کے پیٹ میں بچہ ہو۔ اس میں نہایت تیز قسم کا اعصابی جوشِ شہوت نہیں ہونا چاہیئے۔ دراصل اُسے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہ لطیف تر اور عمیق تر مٹھاس اور ہم آہنگی پیدا کرنے والا ملاپ نہ صرف عجیب تائید ہی رکھتا ہے۔ بلکہ میں سمجھتی ہوں۔ جب سائنس ایسی لطیف باتوں پر غور کرنے کے لئے کافی طور پر فوری اثر حاصل کرنے والی ہو جائے گی۔ تو وہ اس کا ایک حقیقی علم زندگی سے تعلق رکھنے والا کیمیاوی انحصار Biochemical basis ثابت کریگی۔

زیادہ تر لوگوں میں آنکھوں کے سامنے قیاس کا نقشہ کھینچنے کی مناسب قابلیت نہیں۔ اس لئے مجھے یہ بتانے کی ضرورت ہے۔ کہ اس زمانہ میں عورت کے لئے جماع کا عام طریق (آسن) موزوں نہیں۔ سچ پوچھو تو بہت نقصان دہ ہے۔ لیکن عورت اور اس کا خاوند بڑی آسانی سے آپس میں

اس طرح لیٹ سکتے ہیں۔ کہ دونوں کا بوجھ بستر پر یا تکیوں پر پڑے۔ اور عورت پر کوئی بوجھ نہ ہو۔

جن دنوں عورت حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔ ان دنوں ٹالسٹائی جماع کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ اور اس خاوند کو مجرم ٹھہراتا ہے۔ "جو عورت پر ایک ہی ساتھ جماع کا کام دینے کے لئے مجبور ہے۔ تھکاوٹ سے چکنا چور ہوئی ماں۔ اور بیمار۔ چڑچڑی۔ سوداہیں مبتلا ہستی کا ناقابل برداشت بھار ڈال دیتا ہے۔ اور خاوند اس سے اپنی محبوبہ کے طور پہ پیار کرتا۔ ماں کی شکل میں اس کی پرواہ نہ کرتا۔ چڑچڑا پن اور ہسٹیریا کے عارضہ کے لئے اس سے نفرت کرتا ہے۔ جن کو اس نے خود ہی پیدا کیا ہے۔" ان کی اس رائے کو ہمارے اکثر بھلے آدمیوں نے قبول کر لیا ہے۔

جب بیوی محسوس کرتی ہے۔ کہ جس وقت میرا جسم ایک بڑھنے والی ہستی کا پاک مندر بن چکا ہے۔ میں خاوند کو اس کی ڈیوڑھی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تو اسے اس دائمی بوجھ کا بھی خیال کرنا چاہئے جو قدرت مرد پر ڈالتی ہے۔ تب نرم دل اور پیار کرنے والی بیوی جلد ہی مرد کو وہ جسمانی آرام دینے کا کوئی طریق نکال لے گی جو خاوند کی طبیعت چاہتی ہے۔

جو عورت خاوند کی ضروریات کو سمجھنے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہمدردی دکھاتی ہے۔ اس کے ساتھ باطنی اور روحانی ہم آہنگی کے خیال سے مرد میں ایک اعلیٰ درجہ کی بے غرض ملائمت بیدار ہوتی ہے۔ یہ شادی کی سب سے

زیادہ لبھاونی باتوں میں سے ایک ہے۔ جو بیوی خاوند میں اس ملائمت کو پیدا کرنے کا ڈھنگ جانتی ہے۔ وہ اس کو اس دلدل سے باہر نکال دیتی ہے جس میں بہت سے مرد رنج و مصائب سے ڈوب رہے ہیں۔

ایک نیک چلن مرد کی حالت میں جو اپنی بیوی کے سوا دوسری عورت سے جماع کرنے کو گناہ عظیم سمجھتا ہو۔ اور جو مدت سے بیوی کو نہ ملا ہو۔ ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ اس کا عورت کی نزدیکی اور اس سے لاڈ پیار کرنا بھی جماع کے بغیر ہی اس کی سیری کے لئے کافی ہو گا۔

پہلے بچے کی پیدائش کے بعد ماں اور بچہ دونوں کی صحت اس امر کا مطالبہ کرتی ہے۔ کہ جلد ہی دوسرے بچے کی تیاری شروع نہ کر دی جائے۔ کم از کم ایک سال گذرنے کے بعد ہی دوسرے بچے کو حمل میں داخل ہونے دینا چاہیئے۔ جس سے دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلے کم از کم قریباً دو سال ضرور گذر جائیں۔

اس کی اہمیت کو ماں اور بچہ دونوں کے لئے ڈاکٹری کے ماہران تقریباً کافی طور پر تسلیم کر چکے ہیں۔ اور زنانہ بیماریوں کے کئی نامی ڈاکٹر تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے کے بعد پیدا ہونے والے دو بچوں کے درمیان تین یا پانچ سال کا وقفہ ہونا چاہیئے۔ ایک طرف جہاں سارے انسانی تعلق میں کوئی بھی غلامی یا صعوبت اتنی سخت نہیں۔ جتنا کہ ماں بننے کی خواہش نہ رکھنے والی عورت کو ڈرا کر جبراً ماں بنانا۔ وہاں دوسری طرف اس عورت کی خوشی اور فخر سے بڑھ کر اور کوئی دوسری خوشی اور فخر بھی نہیں جو اس

مرد کے بچے کو حمل میں رکھ رہی ہے۔ جس کی وہ پرستش کرتی ہے۔ ہماری زہریلی تہذیب پر یہ ایک سخت دھبہ ہے۔ کہ ایک حاملہ عورت کو بازار میں آتے شرم محسوس ہو۔ یہ قوم تب تک ہرگز سچی تندرستی حاصل نہ کریگی جب تک اس کا کھجلی کا عارضہ دور نہ ہوگا۔ اور جب تک حاملہ اسی طرح فخر کے ساتھ نہ پھر سکے گی جسطرح بھگت آرتی کے وقت پھرتے ہیں۔

گو حاملہ کی صحت کے عام انتظام سے تعلق رکھنے والی زیادہ ضروری اور زیادہ مشہور باتوں کے متعلق تلقین کرنا۔ اس کتاب کی اغراض میں داخل نہیں۔ تاہم دو ایک بہت ہی اہم باتیں ایسی ہیں۔ جن پر عموماً توجہ نہیں دی جاتی۔ اور جن کا عورت کی صحت اور راحت دونوں پر گہرا اثر پڑتا ہے اور جو بچے پر بھی اثر ڈال سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر مشہور ڈاکٹر صبح کی بیماری (جس میں حاملہ کو صبح قے آتی ہے) کو جو حمل کے پہلے مہینوں میں بہت زیادہ ہؤا کرتی ہے۔ ایک فزیالوجیکل عمل سمجھتے اور طبیبی سے سے بالکل قدرتی بنا کر اس کو برداشت کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ قابل افسوس طور پر صحت کا بہت ادنے معراج ہے۔ عورت کی زندگی کے جو سب سے زیادہ راحت بخش خوبصورت مہینے ہونے چاہئیں۔ ان کے ساتھ یہ نسبتاً تھوڑا لیکن جی متلانے والا تجربہ کیوں نہ ہو؟ میری رائے میں اس کے لئے کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ ڈاکٹر لوگ اندھوں کے اندھے راہنما بن رہے ہیں ہمیشہ کمزوروں اور نیم کمزوروں سے ساتھ برتنے کی عادت ہونے کی وجہ سے نہیں وہ قدرتی عقل ہی نہیں رہی۔ جس سے وہ آدمیوں میں صحت کی اعلےٰ خوشی

خوشاں حالت کا مطالبہ کرسکیں۔ اُدھر عورتیں بے قاعدہ جماع کے ناواجب نکاس سے اتنی تکلیف زدہ ہیں۔ کہ مہذب زندگی نے ان کی قوت زندگی کو اتنا گھٹا دیا ہے۔ کہ اپنے چاروں طرف ایک دوسری کو بیمار دیکھتے دیکھتے وہ بھی صحت اور درخشندہ جسمانی خوبصورتی کی قومی یاد کو بھلا بیٹھی ہیں۔

بطور استثنٰے ہی کوئی کوئی عورت ایسی نظر آتی ہے۔ جسے حمل کے مہینوں میں جی متلانے کا عارضہ دامنگیر نہ ہوتا ہو۔ اس کو ایک استثنٰے سمجھنے کی جگہ جیسا کہ آج کل سب سمجھتے ہیں۔ ایک ایسا قدرتی معراج خیال کرو۔ جو سب کو حاصل کرنا چاہیئے! اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہر ایک حاملہ عورت اس معراج کو حاصل کرے۔ تو تمام بالغ عورتوں کو یہ علم ہونا چاہیئے۔ کہ جونہی انہیں معلوم ہو۔ کہ ہمیں حمل ہوگیا ہے۔ انہیں نہ صرف کورسٹ (انگریز مستورات کی چست کرتی) ہی بلکہ ہر ایک قسم کے وہ تمام کپڑے جو چست۔ تنگ بھاری ہوں یا جو کس کر باندھے جاتے ہوں۔ فوراً چھوڑ دینے چاہئیں۔ ماہران صرف اتنا کہکر ہی مطمئن ہو جاتے ہیں۔ کہ تیسرے یا چوتھے مہینہ تک آرام دہ انگیا (کورسٹ) پہننے سے عورت کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں اسے گمراہ کن بے وقوفی سمجھ کر اس کی مذمت کرتی ہوں۔

ایسے وقت پر عورت کی طبیعت دباؤ یا بوجھ کو غیر معمولی طور پر مانتی ہے گو اکثر اُسے علم نہیں رہتا۔ اور ہلکے سے ہلکے دباؤ کی بھی سزا صبح کی بیماری یعنی جی کا متلانا ہوتا ہے۔ کپڑے اتنے ہلکے اور اتنے ڈھیلے ہونے چاہئیں۔ کہ اگر ایک تتلی کپڑوں کے نیچے ننگے جسم پر چلے۔ تو اس کے بازو نہ ٹوٹنے پائیں

ہو سکتا ہے۔ کہ میری یہ بات قریبًا ہر ایک کو مبالغہ آمیز معلوم ہو۔ لیکن ہے یہ ایک بہت بڑی سچائی۔

اس زمانہ میں حاملہ کی صحت کو اچھا رکھنے کے لئے دوسری ضروری بات یہ ہے۔ کہ وہ جتنی بھی زیادہ مقدار میں ہو سکے۔ قدرتی طور پر پکے ہوئے پھل خصوصًا سنگترے۔ سیب۔ ناشپاتی۔ آم اور بیر خوراک کے طور پر کھائے۔

حاملہ کی صحت پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ تاہم ان میں بہت تھوڑی ایسی ہیں۔ جن سے واقفیت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس میں ابتدائی علم کیمیا کے متعلق کئی افسوسناک غلطیاں ہونے پر بھی اس مضمون کی جتنی بھی کتابوں کا مجھے پتہ ہے۔ ان میں سب سے اچھی لیڈی ڈاکٹر الائس سٹاکھم کی ٹوکالوجی

Dr. Alice Stockham's Tokology

ہے۔ اس کی نسبتًا معمولی غلطیاں جیسے کہ کاربونیس چیز کو کاربونیٹ کہنا ایک عالم کو اس کی کتاب کے باقی حصہ کے خلاف کر دینے کے لئے کافی ہوتے ہوئے بھی دراصل اسکے پیغام کے لب لباب کی گہری سچائیوں پر اثر نہیں ڈالتیں۔ مدت ہوئی۔ یہ پیغام ایک دانشمند سال خوردہ انگریز نے عوام الناس کو دیا تھا۔

میں ان بے شمار مسائل کے متعلق یہاں کچھ نہیں کہوں گی۔ جن کا تعلق والدین کے اولاد میں جانے والے اوصاف کے ساتھ ہے۔ اور جن کا مطالعہ اچھی اولاد پیدا کرنے والے علم Eugenics کا مضمون ہے۔ نہ ہی میں پیدائش۔ پرورش اور تعلیم کے سوالات پر غور

کروں گی۔ کئی مصنف ان مضامین پر اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں میرا مقصد اس کتاب میں تعلقات زنا شوئی کے متعلق ان حالتوں کو پیش کرنا ہے۔ جن سے مصنفین نے کم و بیش لاپرواہی کی ہے۔

میں اس تمام کتاب میں خلاف اصول حالتوں پر غور کرنے سے اجتناب کرتی رہی ہوں۔ لیکن ایک حالت ایسی ہے۔ جو خلاف اصول کہلانے کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ لیکن کئی ایسے شادی شدہ لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جو انفرادی طور پر میانہ رو اور تندرست دونوں ہیں اس کے متعلق چند الفاظ کہنے کی ضرورت ہے۔

عموماً ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک تندرست آپس میں پیار کرنے والا جوڑہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے بچے پیدا کرنے میں ناقابل معلوم ہوتا ہے۔

کچھ تو ہماری اس جسمانی بناوٹ کی وجہ سے جس میں ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کے لئے نہ صرف شادی کی قید میں پھنس جانا۔ بلکہ سالوں شادی شدہ رہنا ممکن ہے۔ کبھی کبھی ظاہری طور پر لاولد تعلقات کی وجہ جوڑے میں سے کسی ایک کی کسی بھی معنے میں۔ ماں یا باپ بننے میں ناقابلیت نہیں ہوتی۔ بلکہ کئی بار معمولی سی رکاوٹوں کے باعث جو بآسانی دور کی جا سکتی ہیں۔ یا جسم کی بناوٹ کی معمولی خصوصیتوں کے باعث جو بہت آسانی سے دبائی جا سکتی ہیں۔ اولاد پیدا نہیں ہوتی۔

ایک طرف تو شادی شدہ جوڑوں کی ایک بہت بڑی تعداد خود ضبطی سے کام نہ لینے کے باعث بہت زیادہ بار حمل ہونے سے عملاً تکلیف

پا رہی ہے یا پائے گی۔ دوسری طرف تا حال بھی خصوصاً درمیانہ اور اعلےٰ جماعتوں میں بے شمار ایسے مستقبل میں ہونے والے والدین ہیں۔ جو بچے کے لئے ترس رہے ہیں۔ لیکن کسی نامعلوم باعث سے اس سے محروم کئے گئے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ ڈاکٹروں نے عورت اور مرد دونوں کا ملاحظہ کر کے ان کو بالکل قدرتی۔ بالکل تندرست۔ اولاد پیدا کرنے کے کلیتہً قابل بتایا ہو۔ اور پھر بھی اولاد پیدا ہو۔ کبھی کبھی اس کی وجہ عورت کے اندام نہانی میں سے نکلنے والی ہلکی سی کھٹی رطوبت ہوتی ہے۔ یہ رطوبت عورت کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ اور اس کا اُسے پتہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن یہ منی کے جرم کو ناقابل بنا دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اس لئے کئی بار جماع سے ذرا پہلے اندام نہانی کو سوڈیم کاربونیٹ جیسے ترشی کو ہلکا کر دینے والے ہلکے سے لوشن کے ساتھ پچکاری کے ذریعہ دھو ڈالنے سے حمل کے قیام کی کافی اُمید ہو جاتی ہے۔

ایک اور وجہ جس سے کبھی کبھی قوت زندگی رکھنے والا جرم منی اس کی انتظار کرنے والے عورت کے لطیف بیضہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ رحم کے منہ پر رطوبت کا زیادہ ہونا ہے۔ ایسی حالت میں عورت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ مرد کی منی کے انزال سے پیشتر نہیں۔ بلکہ اس کے ایک ہی ساتھ یا اس کے بعد عملاً نہایت مکمل اور نہایت تیز خواہش شہوت کے جوش کو حاصل کرے۔

عموماً یہ دلیل پیش کی جاتی ہے۔ کہ عورت کے پوری پوری خواہش شہوت کو پہنچنے یا نہ پہنچنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اکثر مثالیں موجود ہیں جن میں عورت کو کبھی بھی اپنے جوش جماع کا احساس نہیں ہوا۔ لیکن بچے کئی پیدا

ہو گئے ہیں۔ مگر عموماً اس بات کو بھلا دیا جاتا ہے۔ کہ عورتوں کی کئی مختلف قسمیں ہیں۔ اور جہاں ایک قسم کی عورت جو بڑی ہی بارآور ماں اور چوڑی اندام نہانی والی اور تھوڑی سی اندرونی رطوبت والی ہوتی ہے۔ خواہش نفسانی کے پوری طرح سے بھڑکے بغیر بھی ایک درجن بار حاملہ ہو سکتی ہے۔ وہاں ایک بہت ہی جلد گھبرا جانے والی مساوی طور پر مکمل عورت ممکن ہے۔ صرف اس وقت حاملہ ہو۔ جب جرم منی درحقیقت اس کی فرج میں ہو۔ اور وہ شہوت کی تیز مستی کا احساس کرتی ہو۔

جو عورت کم حاملہ ہونے والی نہیں۔ اس کے حاملہ ہونے میں ایک اور رکاوٹ رحم کے منہ کے قیام اور اندام نہانی کی نالی کا تعلق ہے ہو سکتا ہے۔ کہ یہ نالی ایسی ہو۔ کہ مادہ تولید رحم کے منہ میں داخل ہونے کے بغیر ہی تمام کا تمام ضائع ہو جائے۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے اکثر اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ کہ عمل جماع کے پورا ہوتے ہی عورت الٹ جائے۔ اور منہ کے بل چند گھنٹوں تک لیٹی رہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ تمام مستورات میں ایسے موقعے آتے ہیں۔ جب اُن میں پیدائش اولاد کی طاقت زیادہ یا کم ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض عورتوں میں یہ بات اوروں کی نسبت کم ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض کی حالت میں حمل کا قیام قمری مہینہ کی عموماً کسی بھی تاریخ پر ہو سکتا ہے۔ لیکن دیگر عورتوں کی حالت میں تین چار سے لے کر ایک درجن یا زیادہ دنوں کا ایک مجموعہ ہوتا ہے۔ جس میں قیام حمل ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

ان حمل نہ ہونے والے دنوں کے اس وقت سے دوسری طرف پھر دن زیادہ پیدا کرنے والے اثر والی تاریخ کی طرف سلسلہ وار اوپر کو اُٹھتے ہیں۔ اس لئے اس عورت اور خاوند کو جو اولاد کی خواہش رکھتے ہیں لیکن جنہیں شادی کے چند سال بعد والدین بننے کی خوش قسمتی حاصل نہیں ہوئی۔ اپنی ہمبستریوں کے لئے وہ دن منتخب کرنے چاہئیں۔ جن میں قیام حمل کی بہت زیادہ اُمید ہوتی ہے عموماً یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ بہت تھوڑی مستثنیات کے سوا قیام حمل کی سب سے زیادہ یقینی تاریخ ایام ماہواری کے آخری دن کے قریب یا اس کے فوراً ایک یا دو دن بعد ہے۔ اس لئے جو خاوند بڑی خواہش سے چاہتا ہے۔ کہ میری عورت کو حمل ہو جائے۔ اُسے چاہیئے۔ کہ اس کی رضامندی سے حتی الامکان ایسی ہی تاریخوں پر مجامعت کیا کرے۔

برخلاف اس کے اس بات کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ کہ حاملہ ہونے کی خواہش کا تمام نظام عصبی پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ بہت بدمست خواہش جس کی وجہ سے بہت زیادہ بار مجامعت کی جاتی ہے۔ عموماً اپنے مقصد کے حصول میں رخنہ انداز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جرم منی کے لطیف بیضہ کے ساتھ مل کر ایک ہو جانے سے ہی حمل مکمل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کے لئے اس بیضہ کے جو ہرا ہو چکا ہے۔ رحم کی دیوار کے ساتھ چپک جانے کی بھی ضرورت ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ زوردار اعصابی اکساہٹ اُسے چپکنے سے روک دے۔

دراصل گذشتہ صدی کے ایک قابل ڈاکٹر نے کہا ہے۔ کہ ان اقوام میں جن کے ہاں تعلقات زناشوئی کا علم حاصل کرنے کی ممانعت نہیں۔ ایسی

مستورات ہیں۔ جو جب چاہیں اپنی خواہش کے مطابق حاملہ ہو سکتی ہیں۔ اور صرف ناڑیوں کی طاقت لگا کر جرم منی کے ملنے سے ہرے ہوئے بیضہ کو دیدہ دانستہ رحم سے باہر نکال سکتی ہیں*۔

موجودہ سوسائٹی میں جو عورت نہایت بے چینی کی حالت میں رہتی ہے۔ جیسا کہ اس کے بار بار سگرٹ پینے اور اکساہٹ چاہنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ وہ (اگو یہ بات عالمگیر طور پر ٹھیک نہیں) بار بار حاملہ ہو۔ اور اس بیضہ کے رحم کی دیوار کے ساتھ چپک جانے سے پیشتر جس کا نتیجہ حقیقی حمل ہوتا ہے جرم منی کے ذریعہ ہرے ہوئے بیضہ کو متواتر باہر نکالتی رہے۔ اس لئے ماں بننے کی زبردست خواہش رکھنے والی عورت اگر خود میں ہیشتہ تمباکو پینے کی برائی دیکھے یا اپنے اعصاب میں بے چینی کا کوئی نشان پائے۔ تو اسے چاہئے۔ کہ نہ صرف تمباکو نوشی بند کر دے۔ جو ایک گہری ضرورت کا نشان ہے۔ بلکہ لمبی نیند کھلی ہوا میں زیادہ رہنے۔ بہت سا تازہ مکھن کھانے یا کسی بھی اور سادہ ڈھنگ سے جو اس کی ناڑیوں کو وہ شے دے سکتا ہے جو ان میں نہیں ہے۔ اور جس کے لئے وہ لاعلمی سے خواہش کر رہی ہے۔ حتی الامکان اپنے تمام جسم میں ایک پُرامن مساوات قائم کرے۔

گو یہ بات اکثر لوگوں کو ناقابل یقین معلوم ہوگی۔ تو بھی یہ اتنی کم ملنے والی نہیں جتنی کہ شاید سمجھی جائے گی۔ کہ نوجوان جوڑا کئی سالوں تک شادی شدہ

---

* اس سلسلہ میں دیکھو میری کتاب "ڈپٹی مسٹر"، سرسوتی آشرم ہسپتال روڈ لاہور کی شائع کردہ (مترجم)

رہے۔ اور اس پر بھی عورت۔ جوڑے میں سے کسی ایک کو بھی اس بات کا علم نہ رہنے سے کہ اعضاء تناسل کا داخل کرنا ضروری ہے۔ جسمانی طور پر کنواری ہی بنی رہے۔ آپ یہ سنکر متعجب ہوں گے۔ کہ اس قسم کے چار پانچ آدمی جو سب کے سب ظاہراً سمجھ دار معلوم ہوتے تھے۔ صرف ایک ہی سال کے عرصہ میں میرے علم میں آئے ہیں۔ ایک اور وجہ یہ ہے۔ کہ عورت حالت مجامعت میں مناسب حالت (آسن) اختیار نکرنے سے عضو تناسل کے پورے دخول کو مشکل یا ناممکن بنا دیتی ہے۔ ایسے لوگ جماع کے مختلف طریقوں کو ٹھیک ٹھیک طور پر جان لینے سے جلدی ہی قرار حمل کر سکتے ہیں۔

یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن پر لیڈی ڈاکٹر عموماً توجہ ہی نہیں دیتیں۔ انکے پاس عورت کانپتی ہوئی جاتی ہے۔ اور دریافت کرتی ہے۔ کہ کیا میرے جسم کی بناوٹ کہیں سے خلاف قدرت ہے۔ کیونکہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی حالانکہ مجھے اولاد کی سخت خواہش ہے۔ میرا مذکورہ بالا مشورہ صرف انہیں لوگوں کو کام دیگا۔ جو لازمی طور پر تندرست ہیں۔ جن میں کوئی جسمانی نقص نہیں۔ پیدائش اولاد میں اگر زیادہ سخت رکاوٹیں ہوں۔ تو صرف عورت کو ہی نہیں۔ بلکہ جوڑے کو کسی قابل ڈاکٹر سے مشورہ لینا چاہیئے۔

پورانے ڈھنگ کے لوگوں کا یہ خیال تھا۔ کہ نقص عورت میں ہوتا ہے۔ اس لئے بانجھ ہونے کے الزام سے کئی نازک دلوں کو ناقابل بیان رنج پہنچتا تھا لیکن اب یہ بات تسلیم کی جانے لگی ہے۔ کہ جماع سے اولاد نہ ہونے میں اکثر مرد کا بھی اتنا ہی قصور ہے۔ اگر اُسے قصور کہا جا سکتا ہے جتنا کہ عورت کا۔

خصوصاً جب کہ خاوند شہر میں دماغی کام کرنے والا ہو۔

گو یہ قدرتی ہے۔ کہ میاں بیوی کو اس بچے سے جوان کے اپنے وصال سے پیدا نہیں ہوا۔ ویسی ہی خوشی حاصل نہ ہو۔ تو بھی ایک فیاض اور فراخدل مرد کو اپنی عورت کے بچے میں بہت خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس بچے کی پیدائش اس کی ماں کے جسم کو کسی دوسرے آدمی کے آغوش میں دینے کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ کیونکہ یہ عموماً اور قدرتاً خاوند کے لئے قابل نفرت حرکت ہوتی ہے۔ اب یہاں سائنس کے مستقبل کے امکانات آتے ہیں۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر میں مشہور ڈاکٹر ہنٹر کے تجربات اور ان کے بعد کی نئی کتب ہیں۔ مثلاً رائل سوسائٹی کی کارروائی ۱۸۹۹ء میں سٹرہیپ کے خیالات اور مارشل کی "دی فزیالوجی آف ریپروڈکشن ۱۹۱۰ء" نامی تعلیمی کتاب دیکھیے ہر ایک حاملہ عورت کا خاوند بچے کی وراثت میں ہر روز اہم کام کرتا ہے۔ اور اسکی اروح کو بنانے میں وہ ایک بہت بڑا حصہ لے سکتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ انسانی سوسائٹی نے اس کی پوشیدہ طاقتوں کو کچھ سمجھا ہی نہیں۔

جن مہینوں میں بچہ ماں کے پیٹ میں بڑھ رہا ہوتا ہے۔ ماں اپنی باطنی حالت کے ذریعہ اس کی روح اور اخلاق پر جتنا بھی چاہے اثر ڈال سکتی ہے اس خیال کو اشتباہ کی نگاہ سے دیکھے جانے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ اس کا ثابت کرنا مشکل ہے۔ اور مرد کی عقل کو یہ قابل نفرت معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اب وہ زندگی کو کیمیاوی عمل کا نتیجہ سمجھنے کا عادی ہو گیا ہے۔

تو بھی میری واقف تمام دانشمند مائیں ماں کی اس طاقت میں یقین رکھتی

ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ کسی کا یقین تھوڑا ہے اور کسی کا کچھ زیادہ۔ اس یقین میں تمام متفق ہیں۔ کہ ماں کی روحانی اور باطنی حالت اور کرہ ہوائی کا اثر بچے کے کیرکٹر اور باطنی اور روحانی طاقتوں پر نہایت گہرا پڑتا ہے۔ "ریڈینٹ مدرہُڈ" (Radiant Mother-hood) نامی کتاب میں اس کا مفصل بیان دیا گیا ہے۔

مارشل نے (گو اس سلسلہ میں نہیں) ایک ایسی دلچسپ بات نقل کی ہے جو عورت کے نکتہ نگاہ کی تائید کرتی ہے* وہ لکھتا ہے:۔

یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جو مادہ پیشتر سے ہی مرض سے چھٹکارا حاصل کر چکی ہے اس کی چھاتیوں سے دودھ پینے سے حیوانوں کے بچے بیماری سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بیماری کے زہر کو زائل کرنے والا مادہ اس کے دودھ میں گھلا رہتا ہے۔"

اس خاص بات کی کیمیاوی نکتہ نگاہ سے تشریح کی جا سکتی ہے۔ لیکن ان بے نالی کی غدودوں سے ہارمونس (رس) کے نکلنے کے دنوں میں کسی شخص کے لئے کیمیاوی قاصدوں کو پیدا کرنے والی ماں میں باطنی حالتوں کی امکان سے منکر ہونا وحشیانہ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قاصد نشوونما پانے والے بچے کے فزیالوجیکل جوابی اعمال پر اپنے اوصاف کی مستقل مہر لگا سکتے ہیں۔ ایلیس (جلد ۶ ۱۹۱۳ء) Sex and Society

---

* دی فزیالوجی آف ای پروڈکشن تعلیمی کتاب کا صفحہ ۵۰۶ دیکھو۔

کہتا ہے :-

"والدین میں سے بچے کے لئے ماں ہی زیادہ قابل وقعت ہے۔ قیام حمل کے وقت سے لے کر پیدائش تک مستقبل کے انسان کی صحت پر صرف وہی اثرات اثر ڈال سکتے ہیں۔ جو ماں کے ذریعہ کام کرتے ہیں"

مشہور نیچرلسٹ الفریڈ رسل والیس دماغی اثر کی ترسیل کو نہ ناممکن سمجھتا تھا۔ نہ بہت غیر اغلب ہی* مجھے یقین ہو گیا ہے۔ کہ یہ ترسیل ہمیشہ ہوتی اور آبائی عنصروں کو ڈھالتی اور ان پر اثر ڈالتی رہتی ہے۔

اکثر لوگ ایسے ہیں۔ جن کے معراج بہت اعلےٰ ہیں۔ لیکن جو اپنے معراجوں کو حقیقی طور پر پورا کرنے کے لئے زندگی کے مادی افعال کو موافق بنانے میں حیرت انگیز طور پر ناقابل ہیں۔ اس طرح ہماری سوسائٹی کا ایک ایسا حصہ ہے۔ جو اس بات پر ضد کرتا ہے۔ کہ شادی شدہ لوگوں کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد پر کسی قسم کی حد نہیں لگائی جانی چاہیئے۔ وہ حمل نہ ہونے دینے کو گناہ خیال کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہونے والی زندگی کو ضائع کر ڈالنے کا ہمارا کوئی حق نہیں۔ لیکن اگر وہ انسانوں یا حیوانوں کے علم کا تھوڑا سا بھی مطالعہ کرینگے۔ تو دیکھیں گے۔ کہ نہ صرف ہر ایک غیر شادی شدہ بلکہ ہر ایک شادی شدہ شخص بھی متواتر اور ناگزیر طور پر ان بے شمار جراثیم منی کو ضائع کرتا ہے۔ جن میں عورت کے لطیف

---

* دیکھو سائنٹیفک رسالہ مینچر کو ۲۴ اگست ۱۸۹۳ء کو اسکی لکھی ہوئی چٹھی صفحہ ۳۸۹ و ۳۹۰

بیضہ کے ساتھ ملنے اور اس کے نتیجہ کے طور پر اگر انہیں موقعہ دیا جائے۔ تو بچہ پیدا کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ان لاتعداد جراثیم منی میں سے جن کا مرنا قدرتی اور ناگزیر ہے۔ ایک یا دو کی مفروضہ خاطر وہ ایک دوسرے کے بعد جلدی جلدی بچے پیدا کرنے کو اچھا بتاتے ہیں۔ یہ بچے ایک دوسرے کے بہت نزدیک پیدا ہونے کی وجہ سے کمزور ہوتے ہیں۔ اگر ان کا قرار حمل ایک دوسرے سے زیادہ وقفہ کے بعد کیا جاتا۔ تو وہ طاقتور اور تندرست ہو سکتے تھے۔

ایسے لوگ گو اس بچے کے حقوق کا تو جو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ جو ابھی حمل میں بھی نہیں آیا۔ خیال رکھتے ہیں۔ لیکن اس عورت کے حقوق کی انہیں ذرا پرواہ نہیں جو خاوند کو سب سے پیاری ہونی چاہئے۔ اور جس کی صحت اور آرام کی ذمہ واری اس پر ہے۔ پرانے اصولوں کو ماننے والا آدمی اپنی عورت کو ہر سال بچہ پیدا کرنے دیگا۔ بلکہ جبراً بچہ پیدا کرتا رہیگا۔ غیر معمولی عورت کو چھوڑ کر باقی تمام عورتوں میں ایک کے بعد جلدی دوسرا بچہ پیدا ہوتے رہنے سے ماں کی قوت زندگی جو اولاد بنانے کے لئے اُسے ملی ہوتی ہے۔ خشک اور تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس سے عموماً ایک دوسرے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کی قوتِ زندگی بہت کم ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر ان کو پیدا کرنے والی عورت کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

البتہ عورت پر اس جدو جہد کا اثر اس کی اصلی صحت اور قوتِ زندگی۔

اُس کے گردوپیش کے حالات اور تلاشِ خوراک کے لئے اس کے کنبہ کی محنت کی سختی کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔ شہر کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں رہ کر بچوں کی پرورش کرنے والی ماں جس کو پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملتا دیہات میں آرام سے رہنے اور پیٹ بھر کھانے والی ماں کی نسبت معمولی طور پر زیادہ بچے موت کے منہ میں ڈالتی ہے۔ پھر بھی حالات پر ہی سب کچھ منحصر نہیں۔ نہایت عمدہ حالات میں ایک بڑے کنبہ کے ایک دوسرے کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفہ پر پیدا ہوئے۔ پچھلے بچوں کی موت کے اتفاق پہلے پیدا ہونے والے بچوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر پلوٹنز (Ploetz) نے معلوم کیا ہے۔ کہ جیٹھے بچوں کی اموات فی ہزار ۲۰۰ ساتویں جگہ پر پیدا ہونے والے بچوں میں اموات تقریباً فی ہزار ۳۳۰ اور بارھویں جگہ پر پیدا ہونے والے بچوں میں فی ہزار ۵۹۷ ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر قدرت کو اپنا کام کرنے دیا جائے۔ اور عورت کی قوتِ زندگی کو چوس لینے کے لئے بارہ بچے پیدا ہولیں۔ تو پھر اس میں اتنی کم طاقت رہ جاتی ہے۔ کہ بعد کو پیدا ہونے والوں میں سے ۶۰ فی صدی مرجاتے ہیں۔ آہ! قوتِ زندگی کی کیسی بے دردانہ فضول خرچی ہے۔ ماؤں کے لئے رنجیدہ دلی میں ایسے مصیبت زدہ بچے پیدا کرنا جن کی پیدائش کے جلد ہی بعد موت ہونا لازمی ہے۔ دردِ دل کا کیسا ہیبتناک منظر ہے۔

فورل (The Sexual Question 1908) کہتا ہے:۔

یہ بات عموماً ناقابلِ اعتبار معلوم ہوتی ہے۔ کہ کئی ممالک میں ڈاکٹر لوگ

جن کو نوجوانوں کو بازاری عورتوں کے آغوش میں ڈالتے شرم نہیں ہوتی حمل کو روکنے کے طریقوں کا نام سنتے ہی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ جھوٹی شرم جو رسم و رواج اور تعصب سے پیدا ہوتی ہے۔ معصوم باتوں پر تو غصہ جھاڑتی ہے۔ لیکن بڑے بڑے کلنکوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

ہالینڈ ایسا ملک ہے۔ جو اس بات کا سب سے زیادہ دھیان رکھتا ہے کہ اس کے بچے اچھے ہوں۔ اور اپنی رضامندی سے پیدا کئے جائیں۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے۔ کہ وہاں موت سے بچے رہنے والے بچوں کی شرح بڑھ گئی ہے۔ اس سے اس کی آبادی کم نہیں ہوئی۔ بلکہ بڑھی ہے یوروپ میں ہالینڈ ہی میں سب سے کم بچے مرتے ہیں۔ دوسری طرف امریکہ میں ظالمانہ کمسٹاک قوانین (Comstock Law) اعلےٰ درجہ کے حمل نہ ہونے دینے کے سائنٹفک طریقوں کو خلاف قانون حمل گرانے کے ساتھ خلط ملط کر کے ان دونوں کو "فحش" ٹھہراتے ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کو حفظانِ صحت کی مناسب واقفیت حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔ اس لئے جتنا خوفناک اور مجرمانہ اسقاطِ حمل وہاں ہوتا ہے۔ اتنا کسی بھی دوسرے ملک میں نہیں۔

یہ بات سمجھ لینی چاہئے۔ کہ حمل نہ ہونے دینے کی جتنی بھی موزوں سائنٹفک تدابیر ہیں۔ وہ پیشتر سے رحم میں پڑے ہوئے بچہ کی ہلاکت کا موجب نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ مرد کے مادۂ تولید کو عورت کے بیضہ کے ساتھ مل کر بچہ بنانے سے روکتی ہیں۔ یہ کام یا تو جراثیم منی کو رحم کے سوراخ سے باہر ہی روک

دینے سے یا عورت میں داخل ہونے والے بیس کروڑ سے لے کر ساٹھ کروڑ
تک تمام جراثیم منی کو تباہ کر ڈالنے سے (ویسے بھی یہ ایک کو چھوڑ کر باقی
تمام خود بخود مر جاتے ہیں) ہو سکتا ہے۔ جب بچے کو ماں کے پیٹ میں
بڑھنے بھی دیا جائے۔ تو بھی یہ تمام کروڑ ہا جراثیم منی جب مرد کا انزال ہوتا
ہے۔ ضرور ہی اور خود بخود تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور قدرت کے ذریعہ ان کروڑوں
ہلاک کئے جانے والوں میں ایک کا اضافہ کر دینا یقیناً کوئی جرم نہیں
انزال کے ساتھ نکلنے والے جراثیم منی کو جو دوسری حالت میں خود بخود
مر کر سڑ جاتے ہیں فوراً مار ڈالنا ایک آسان سی بات ہے۔ اُن کے لطیف
اور برہنہ اجسام کو ہلکے ایسڈ میں ڈال کر جیسا کہ سرکہ اور پانی یا کونین سولیوشن
میں یا کئی دوسری اشیاء کے ذریعہ ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ حمل نہ ہونے دینے
کی حقیقی تدابیر کا علم نہ ہونے سے بہت سے لوگ لاعلمی میں ضرر رساں
اور تباہ کن تدابیر پر عمل کر رہے ہیں۔ اس لئے میں نے حمل نہ ہونے دینے
کی مفید اور سائنٹیفک تدابیر کی اشاعت کے مقصد سے وائز پیرنٹ ہڈ ٭
Wise Parrent-hood نامی ایک چھوٹی سی علیحدہ کتاب
لکھی ہے۔ اس میں مختلف قسم کی تدابیر کی اخلاقی اور علم الاجسام سے تعلق رکھنے

٭ وائز پیرنٹ ہڈ Wise Parenthood کے بعد حال میں ڈاکٹر سٹوپس نے تدابیر مانع حمل پر ایک
بڑی مبسوط کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام کانٹرو سیپشن ہے۔ اسمیں حمل نہ ہونے دینے کی تمام تدابیر کا
مفصل بیان ہے۔ اسکے تمام ضروری حصوں کا اردو ترجمہ میں نے اپنی کتاب دمپتی متر میں دیدیا ہے
یہ کتاب سرسوتی آشرم ہسپتال روڈ لاہور سے مل سکتی ہے۔ مترجم

والی صورتوں پر بھی غور کیا گیا ہے۔ اور جو تدبیر ہر ایک طرح سے علم الاجسام کے نکتہ نگاہ سے بہترین ہے۔ اُسی کی تائید کی گئی ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں قدرت کے کاموں میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ انہیں اتنا بتا دینا ہی کافی ہے۔ کہ تمام تہذیب۔ یعنی ہر ایک ایسی بات جو انسان کو حیوان سے الگ کرتی ہے ——— جسے یہ لوگ عام طور پر قدرت کہتے ہیں۔ اس میں مداخلت ہے۔ اس عالم میں کوئی بات بھی قدرت کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ سب کچھ عالم کے عظیم اعمال کا حصّہ ہے۔

لیکن چیزوں کے پیمانہ میں ان کی نسبتی حالتوں کے نکتہ نگاہ سے افعال میں اختلاف ہے۔ صرف وہی کام کرنے کے قابل ہیں۔ جو قوم کی طبیعت کو اعلےٰ اور مکمل بنانے کی طرف لے جاتے ہیں۔ جو قوم کو زندگی اور قوت کے اس چشمہ کی بڑی لہر میں لے جاتے ہیں۔ جو ہم میں چل رہی ہے۔ اور جو ہمیں آگے کی طرف دھکیل رہی ہے۔

جو لوگ ایک نئی زندگی کو دنیا میں بلانے کا حوصلہ کرتے ہیں۔ ان سب کا یہ نہایت پاک فرض ہے۔ کہ اسے قابل اور ہر طرح سے مکمل جسم دینے کی پوری کوشش کریں۔ یعنی جہاں تک بھی ہو سکے پیدا ہونے والے بچّے کے لئے مضبوط اور خوبصورت جسم تیار کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں۔ تاکہ وہ دنیا کی زندگی کی جدوجہد میں فتح یاب ہو سکے۔

باب دسواں

صحبت

صحبت کی پرورش اس چیز سے نہیں ہوتی۔ جو یہ اوروں سے لیتی ہے۔ بلکہ اس
سے ہوتی ہے۔ جو یہ اوروں کو دیتی ہے۔ اور عورت اور مرد کی عمدہ دوہری
محبت کی اس محبت سے بھی تقویت ہونی چاہئے۔ جو وہ دوسروں کو دیتے ہیں

ایڈورڈ کارپنٹر

مرد یہاں تک کہ زمانہ جدید کا ایسا عام مرد بھی رنگیلا ہے۔ وہ دانستہ
یا نادانستہ اُسی آزادی اُسی خوبصورتی اُسی اولوالعزمانہ کام کی تلاش کرتا ہے
جو اس کے آباؤ اجداد جنگلوں میں پاتے تھے۔ اس کی یہ خواہش گو شکل و صورت
میں اتنی تبدیل ہو گئی ہے۔ کہ مہذب زندگی اور جدید حالات اسے پہچان نہیں
سکتے۔ تاہم وہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے عورتوں اور مردوں کے متعلق نظر
انداز نہیں کیا جا سکتا۔

شادی کے رشتے جن کا اکثر فحش تمسخر کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ نہایت

رسیلے اور وفادار خاوند پر بھی اثر انداز ہوتے۔ اور شاید مخفی طور پر اسے ستاتے بھی ہیں۔ مرد کے لئے شادی شدہ زندگی میں سب سے مشکل بات کونسی ہے" اگر اس صاف اور دوستانہ سوال کا صاف اور سنجیدہ جواب ملے۔ تو اس جواب کا خلاصہ الفاظ "دائمی نزدیکی" میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

عورت کو خصوصاً اس حالت میں جب وہ درحقیقت پیار کرتی ہو۔ اس کا شاذ و نادر ہی پورا علم ہوتا ہے۔ اگر اس کا خاوند اس کا حقیقی چاہنے والا ہے۔ تو اس کی شفقت اور حقیقی فریفتگی اُسے اس کو چھپانے کے قابل بنا دے گی۔ لیکن اس پوشیدگی سے خواہ ان کا سُکھ بظاہر مکمل معلوم دے تاہم مرد کی آوارہ گردی یعنی غیر عورتوں سے تعلق کی خواہش کافی طور پر نہیں بجھتی حقیقی محبت کرنے والے خاوند میں یہ مخزوف ناواقف خواہش شاید اتنی نیا سفر شروع کرنے یعنی کسی اور عورت سے تعلق بنانے کی نہیں ہوتی جتنی کہ گذشتہ پُر زور راحت کا از سر نو احساس کرنے کی ہوتی ہے یعنی وہ چاہتا ہے۔ کہ جس طرح شادی کے آغاز میں محبوبہ میرے ساتھ اتنی بے تکلف نہ تھی۔ اور مجھے اس کے ساتھ کوشش کرکے خاص واقفیت حاصل کرنے میں خوشی ہوتی تھی۔ کاش ابتدائی زمانہ کی وہی خوشی مجھے پھر مل سکے۔ ہم دونوں کی زندگی ایک بار پھر ویسی ہی پُر محبت ہو۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے پھر ویسے ہی بیقرار ہوں۔

جن لوگوں نے گذشتہ ابواب کو غور سے پڑھا ہے۔ وہ سمجھ گئے ہونگے کہ عورت اور مرد کا بیاہ ہوئے خواہ کئی سال ہی کیوں نہ ہو گئے ہوں

تاہم جب جب بھی ہمبستری کرنی ہو۔ خاوند ہر دفعہ از سرِ نو عورت کو عجز و نیاز
اور اسی قسم کی دیگر حرکات کے ذریعہ اُسی طرح اپنے پر فریفتہ کرنے کی کوشش
کرے۔ جس طرح وہ کسی غیر عورت سے ناواجب تعلق پیدا کرنے کے لئے
اُسے رجھاتا ہے۔ اور جب تک بیوی ہمبستری کے لئے خود بے قرار نہ ہو تب
تک کبھی جماع نہ کرے۔ لیکن جس بیوی کو وہ اپنے پر رجھانا چاہتا ہے۔ اگر
اس کا اس دوران میں اُس کے ساتھ متواتر اور بے مزہ تعلق رہا ہے۔ تو خاوند
کے لئے پوری بے قراری اور فریفتگی کے اُس کامل جذبہ کے ساتھ عجز و نیاز
کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جس کے بغیر یہ محبت کی درخواست پوری طرح سے
راحت بخش بن ہی نہیں سکتی۔

اکثر آدمیوں کا کاروبار گھر سے باہر ہوتا ہے۔ لیکن درمیانہ درجہ کے بیشمار
لوگ ایسے بھی ہیں۔ جن کو کام کے لئے باہر نہیں جانا پڑتا۔ ایسی حالتوں
میں میاں بیوی کے چوبیس گھنٹے اکٹھے رہنے سے دونوں کی باہمی قدرتی
کشش دور ہو جاتی ہے۔ اور زندگی بے مزہ معلوم ہونے لگتی ہے۔

میرا ایک واقف بہت ہی سمجھ دار جوڑا اس عجیب و غریب راحت کو اتنا
قیمتی سمجھتا تھا۔ کہ اس کو لازوال بنانے کے لئے میاں بیوی علیحدہ علیحدہ
مکانوں میں رہتے تھے۔ تاکہ ہر وقت ایک ساتھ رہنے سے یہ راحت پھیکی
نہ پڑ جائے۔

لیکن ایسی تدبیر اکثر لوگوں کے خصوصاً جن کے ہاں اولاد بھی ہو۔ عموماً
موافق نہیں۔ تو بھی ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ رہنے (جس کے لئے روپیہ

کی ضرورت ہے) یا آزادی کی کسی اور تدبیر کے بغیر بھی جس کا عمل میں لانا ہر ایک کی طاقت میں نہیں۔ روحانی آزادی کے اس جذبہ کی حفاظت کی جا سکتی ہے اور صرف اس میں ہی محبت آمیز ہمبستری کی کامل راحت کا احساس کیا جا سکتا ہے۔ لیکن آج کل کی شادیوں میں تو دماغی اور روحانی آزادی بھی اکثر ناممکن ہو جاتی ہے۔

اکثر دلوں میں نمونہ کے اتحاد کے لئے جو خوبصورت خواہش زور دار شکل میں موجود ہے۔ وہی اکثر شادیوں میں راحت کو سخت پھیکا کر دینے کا شائد بنیادی موجب ہوتی ہے۔

نمونے کے اتفاق (آدرش ایکتا) کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہوئے مرد یا عورت دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنی خواہش اور رائیں پہلے بیوی یا خاوند پر۔ اور پھر جب بچے بڑے ہو جائیں۔ تو اُن پر ڈالتا یا ڈالتی ہے۔

اپنی ہی بات پر ضد کرنے والا آورش (نمونے کا) آدمی جو اس طریق سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ناولوں اور ناٹکوں میں تمسخر کا مضمون ہو تو ہو اور یہ تمسخر خواہ اس کا جلد ہی خاتمہ کر دیتا ہو۔ پھر بھی تو کسی طرح اس کا خاتمہ نہیں ہوا اپنی کم مبالغہ آمیز شکل میں ایسا آدمی اکثر تصوری (مایاوادی) ہوتا ہے لیکن لازمی طور پر وہ تنگ نکتہ نگاہ رکھنے والا مایاوادی (Idealism) ہو سکتا ہے۔ وہ تسکینِ قلب اور وہ یگانگت جس کے لئے وہ للچاتا ہے۔ بیرونی طور پر ہی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کو دیکھنے کے لئے کہ یہ مساوی باہمی ملاپ کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ ایک کو دوسرے کے نیچے دبانے اور تباہی

کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔ اُس کی نگاہ سے تیز تر نگاہ کی ضرورت ہے
میں اس نمونہ کے ایک عجیب آدمی کو جانتی ہوں۔ جسے ذاتی طور
پر یہ علم نہ تھا۔ کہ میں اپنی عورت کی ذات پر ناواجب حق جما رہا ہوں۔ وہ اُسے
نہ صرف اپنی ہی مرضی کی کتابیں پڑھنے اور اپنی ہی مرضی کے لوگوں کے
ساتھ ملنے پر مجبور کرتا تھا۔ بلکہ اُسے اس روزانہ اخبار کے خریدنے سے بھی
منع کرتا تھا۔ جسے وہ اپنی شادی سے بھی کئی سال پیشتر سے برابر پڑھا کرتی
تھی۔ وہ کہتا تھا۔ کہ ہم دونوں کے لئے ایک ہی اخبار کافی ہے۔ وہ اس
بات کو نظر انداز کر دیتا تھا۔ کہ عورت کو اس کے پڑھنے کا موقعہ ملنے سے
پہلے ہی میں اسے باہر لے جایا کرتا ہوں۔ یہ آدمی نہ صرف بطور ایک رسیلے
مرد کے بلکہ بطور ایک آدرش شوہر کے دوسروں کی نسبت خود کو زیادہ
کامیابی سے حیران کرتا تھا۔ اور جب کبھی اس کی عورت کوئی ایسی دعوت
منظور کر لیتی تھی۔ جس میں اس کے خاوند کو مدعو نہ کیا گیا ہو۔ تو وہ اُنکی
رمیاں بیوی کی) پوری یگانگت کو اشتباہ میں ڈال دینے کے لئے اپنی
عورت کو جھاڑ دیتا تھا۔

دوسری طرف ایسے گھروں میں جہاں عورت مرد دونوں کے لئے
دماغی زندگی کی جدید آزادی کے لئے صریح خواہش ہے۔ بہت زیادہ
دفعہ جھگڑا۔ بے چینی اور تُو تُو مَیں مَیں ہوتی ہے۔ یہ اُس امن اور راحت
بخش بے خوفی کی فضا کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ جو سچے گھر کا ضروری
نشان ہے۔

دنیا میں مختلف خیالات کے دو اشخاص کے لئے ایک کے دوسرے کو دبانے یا اپنا ہمخیال بنانے کی کوشش کئے بغیر اپنی اپنی رائوں کو رکھنا اور ساتھ ہی ایک دوسرے کے فیصلہ میں ویسا ہی مشفقانہ یقین رکھنا جیسا کہ وہ یگانگت کی حالت میں رکھتے بہت مشکل کام ہے۔

جو عورت ایک نہایت ضروری سوال کے دوسرے پہلو کو دیکھ رہی ہو۔ اس کے خیال میں خوبصورتی اور وقار کے دیکھنے کے لئے فیاض اور خوبصورت دل چاہیئے۔

لیکن یہی بات کہ اس کام کو کرنے کے لئے ایک خوبصورت اور فیاض دل چاہیئے۔ اسے کرنے کے قابل ثابت کرتی ہے۔

اگر آسان تر راستہ اختیار کیا جائے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے اختلاف ہونے پر اپنے خیالات کو چھپائیں۔ یا دونوں میں جو طاقتور ہو وہ کمزور کو دبا کر ان خصوصیتوں کو چھپانے پر مجبور کرے۔ جن سے کسی شخص کی شخصیت بنتی ہے۔ تو اس سے دونوں میں کمزوری آجائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ پریم بھی کمزور اور کم ہو جائے گا۔ جس کو دونوں مضبوط کرنا چاہتے تھے۔

شادی میں ہر ایک شخص یہی خواب دیکھتا ہے۔ کہ مجھے ایسی عورت ملے گی۔ جو مجھے سمجھنے والی ہوگی۔ جس سے میں دنیا میں علم اور تجربہ کے خزانوں کی تلاش میں نکلوں گا۔ جس کے سامنے میں حسد کے خیال کے بغیر اپنی لوٹ کا مال رکھ سکوں گا۔ اور وہ اسے دیکھ کر خوش ہوگی۔ وہ

خزانے جو ہمیں تو عزیز ہیں۔ لیکن دوسروں کے لئے کسی کام کے نہیں یہاں قدر و قیمت پائیں گے۔ اور یہاں تصور کے نہایت نازک اور صریح الحس بیج کی آبیاری اور حفاظت ہوگی۔ جس سے اس کی کمال کو پہنچی ہوئی خوبصورتی عالم پر دفعتہً آشکارا ہونے کے لئے تیار ہو جائے گی۔

اس وقت شادی شدہ زندگی کی جو حالت ہے۔ اُس سے یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ مرد سے ایسی شفقت اور ایسا پُرزور اعتراف عورت کو ملنے کی نسبت عورت سے مرد کو اور اس کے کام کو ملنے کا بہت زیادہ امکان ہے کیونکہ مرد دیر سے عورت کے خیالات کو خصوصًا اس کی دماغی راؤں کو ایک ایسی چیز سمجھ رہے ہیں۔ جس کو زیادہ سے زیادہ نہایت مشفقانہ مسکراہٹ کے نیچے نرم مذاق کی ضرورت ہے۔

صریح الحس عورت کو جب شریف ترین مرد سے بھی کوئی ایسی بات کہنی ہوتی ہے۔ جو مرد کے 'دقیق' غور کے قابل اور زندگی کے اس طبقہ سے باہر ہو۔ جس کا تعلق عورت کے 'حلقہ' کے ساتھ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ تب آج بھی وہ ایک قسم کے متحرکُن مبارکباد کی زیریں لہر کا احساس کرتی ہے۔ اس طرح مرد شادی شدہ زندگی کی اس عظمت کو اپنے آپ تباہ کر ڈالتا ہے۔ جس کو دونوں مل کر حاصل کر سکتے تھے۔

لیکن خانہ داری میں باہمی آزادی اور ایک دوسرے کے خیالات کی قدر خواہ یہ کتنی ہی بڑی اہمیت کیوں نہ رکھتی ہو۔ کیرکٹر کی کامل نشوونما کے لئے کافی نہیں۔ زندگی ہمیشہ وسیع ہوتی رہنے والی دلچسپیاں چاہتی ہے

کچھ تو تہذیب کے خصوصیت حاصل کرنے کی وجہ سے کثیر التعداد نمونوں کی شخصیتوں میں تمیز ہو جانے کے باعث جس میں سمجھ دار لوگ دلچسپی لیتے ہیں۔ اور کچھ مرد کی آوارہ گردی کی قدیم فطرتی عقل کے شکل تبدیل کر لینے کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں کی زندگیوں سے تعلق کرنے اور ان کو سمجھنے کی بہت خواہش کرتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ دوسروں کی زندگیوں میں ہمارے دلوں اور عقل کو جدید اور عجیب اولوالعزمی کے کام نظر آنے لگیں۔

انفرادی طور پر مرد میں خواہ وہ کتنا ہی شریف اور بتدریج ترقی کی نگاہ سے کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو۔ بے شمار نسلی اوصاف کا حصہ ضرور ہے۔ اس لئے ان نہایت مطمئن گھروں میں بھی جن میں مراقبہ میں خدا رسیدہ بزرگ کی طرح تمام عالم کے احساس کا تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے۔ زندگی کا سارا تجربہ نہیں آسکتا۔ میاں بیوی کی حقیقی زندگیوں سے باہر ہمیشہ کئی قسم کے خیالات اور کئی قسم کی مفید طاقتیں ہوتی ہیں جن کا احساس صرف دوسرے لوگوں کی زندگیوں میں ہی ہو سکتا ہے۔ مکمل انسانی تعلق کے لئے تمام قسم کے دوستوں کی اور خاوند کو عورت اور عورت کو خاوند کی ضرورت ہے۔ لیکن موجودہ حالت میں شادی گہری دوستی کے آنند کو اکثر بہت کم کر دیتی ہے۔ اسکی وجہ کچھ تو تمام مجلسی تقریبوں میں عورت اور مرد کو اکٹھا مدعو کرنے کا مجلسی رواج ہے۔ گو سوسائٹی کے اعلیٰ طبقہ میں اس کی چند اں

پرواہ نہیں کی جاتی۔ تاہم اکثر مقامات پر یہ ابھی تک موجود ہے۔ یہ
سچ ہے کہ کھانے کے وقت انہیں علیحدہ علیحدہ بٹھایا جاتا ہے لیکن
وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے اتنے کم فاصلہ پر ہوتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے
کی بات کو بآسانی تمام سن سکتے ہیں۔ اس سے ان کی دل لگی کی خفتہ
طاقتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ صرف اتنی ہی بات کہ جس بات کو انسان
ایک بار کسی دوسری جگہ سنا چکا ہے۔ اُسی کو دوبارہ سناتے۔ کوئی
چُپ چُپکے سُن لیگا۔ اکثر لوگوں کو اپنی اچھی سے اچھی کہانیاں سنانے
اور اہم مضامین پر اپنے حقیقی خیالات ظاہر کرنے سے روک دیتی ہے۔

ہم تاحال اتنے وحشی اور اتنے تنگ دل ہیں۔ کہ راحت کی راہ میں
ایک اور بڑی رکاوٹ اکثر لوگوں میں تعلقات زناشوئی میں شک کرنا ہے
اس وقت بہت تھوڑے ایسے جوڑے ہیں جو ایک دوسرے کے چلن کو
مشتبہ نظر سے نہ دیکھتے ہوں۔ اس لئے ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ایک
دوسرے پر اعتماد کامل رکھیں۔ ایک معمولی بات نہیں۔

محبّت کی تباہی سے پیدا ہونے والا ایک بُرا پھل شک ہے۔ وہ
اس شخص میں بداعتمادی کا بیج بودیتا ہے۔ جو اپنے دوسرے ساتھی کی
قدرتی زندگی کو ناممکن بنا دیتا ہے۔

یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ شک کا جذبہ عورت اور مرد میں سے کس میں
زیادہ نشوونما یافتہ ہے۔ یہ مختلف حالات میں خاص شکل اختیار کرتا ہے۔
اور اگر طبیعت کا رجحان پہلے سے ہی اس طرف ہو تو اس عادت کا دور

کرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رواج اور کئی پشتوں سے چلی آنے والی روایات نے ہماری قوم میں یہ غلط خیال منقش کر دیا ہے۔ کہ عصمت کی حفاظت کے لئے رکاوٹ ڈالنے والی قیود کا لگانا ضروری ہے۔ ہم آہستہ آہستہ اس خیال کو چھوڑ رہے ہیں۔ آج کل نوجوان بیویوں کو نصیحت دینے کے لئے جو کثیر التعداد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اُن کا ایک حصّہ ایسا ہے۔ جس میں ان کو بتایا جاتا ہے۔ کہ مرد کو شادی کے بعد اپنے مرد دوستوں سے ملنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

لیکن اتنا ہی کافی نہیں۔ طرفین میں کامل اور سب قسم کے شک شبہ سے بالاتر اعتماد ہونا چاہیئے۔

عورت اور مرد دونوں کو آزادی ہونی چاہیئے۔ کہ وہ جہاں چاہیں اکیلے جا سکیں۔ اور ان میں سے کسی کے بھی دل میں دوسرے کے چلن پر شک نہ پیدا ہونا پائے۔

یہ ٹھیک ہے۔ کہ کئی طبائع ابھی ایسے اعتماد کے قابل نہیں۔ اور اندیشہ ہے۔ کہ وہ اس قسم کی آزادی کا کہیں بُرا استعمال نہ کریں لیکن گری ہوئی طبائع تو اپنی بُری خواہشات کی سیری کا کوئی نہ کوئی طریق ہمیشہ ہی نکالتی رہینگی۔ اور ان پر اعتماد کر کے ان کو آزادی دینے کی حالت میں ان کے اس سے زیادہ غلطی کرنے کی امید نہیں۔ جتنی کہ اگر ان پر شک کر کے ان کو پابندی میں رکھا جائے۔ تو وہ ناگزیر طور پر پوشیدہ چالوں کے

ذریعہ کریں گی۔

برخلاف اس کے اس آزادی کے صاف اور پاک کرہ ہوائی میں ہی نہائیت کامل محبت کی نشوونما ہو سکتی ہے۔

شادی کے متعلق یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ کہ پابندیوں کو ڈھیلا کر کے ہی انسان دو دلوں کو اٹوٹ رشتہ میں اکٹھا باندھ سکتا ہے۔

جس جوڑے میں صادق پریم ہے۔ جس وقت وہ ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے دلوں کا اور بھی نزدیکی تعلق ہو جاتا ہے کیونکہ صریح الحس دلوں کے لئے ——— اور صرف وہی محبّت کی عظمت کو جان سکتے ہیں ——— جدائی اور تنہائی کے مواقع زندگی بخش اور آرام دہ ہو سکتے ہیں۔

انسانی روح اتنی عظیم ہے۔ کہ اس کی خوبصورتی کا کچھ حصّہ نزدیکی کی وجہ سے چھپ جاتا ہے۔ اس کے حقیقی حسن کو دیکھنے کے لئے منظر اور ناظر کے درمیان کچھ فاصلہ ہونے کی ضرورت ہے۔

خوبصورتی کے احساس اور تنہائی کے آنند کو مرد کی نسبت عورت عموماً کم جانتی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے۔ کہ پشت بہ پشت سے بچّوں کی پرورش اور امور خانہ داری کے انتظام کا زیادہ تر بوجھ اسی پر چلا آرہا ہے جس نے اس سے قدرت کا صحت بخش عطیہ چھین لیا ہے۔

اگرچہ سنج (Synge) کے ڈیرڈری (Deirdre) نامی خوبصورت ناٹک میں اس بات کا تذکرہ محض اتفاقیہ آگیا ہے۔ تاہم

مجھے یہ سخت رنجیدہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جب ڈیرڈری کے شوہر کے دل میں اس کے سوا کسی بھی اور کا خیال آتا تھا۔ تو وہ ضروری طور پر آنے والے ناگزیر حادثہ کا احساس کر سکتی تھی۔ ڈیرڈری اور اس کے شوہر میں سات سال سے اٹوٹ اور صادق محبت تھی۔ جب اس نے پہلی دفعہ شوہر کے دل میں اس سے جدا کام دھندا کرنے کا ادھورا سا بنا ہوا خیال دیکھا۔ تو اُسے ایسا احساس ہوا۔ گویا میرا کام سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ اور اُن کے سکھ کے خاتمہ کی گھنٹی بج گئی۔

عورت ذات کی اس قدیم کمزوری کو دور کرنا چاہئے۔ اور زمانہ جدید کی عورتیں اُسے دور کر رہی ہیں۔

زمانہ جدید کی شادی عورت اور مرد دونوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دے رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کام اور دلچسپی کی یگانگت بھی بڑھ رہی ہے۔ پہلے وہ خانگی باتوں میں ہی لگے رہتے تھے۔ وہ باتیں عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں بند رکھنے والی اور مردوں کے لئے بے مزہ تھیں اب وہ اُن سے اعلےٰ باتوں کی سطح پر آ گئے ہیں۔ آئے سال عورتوں کی آزادی کا میدان اور ان کے کاروبار وسیع ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن تاحال بھی اکثر شادی کے ساتھ ہی عورت کی دماغی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ شادی تب تک اپنی کامل نشوونما کو نہیں پہنچ سکتی۔ جب تک عورتوں کو مردوں کے برابر دماغی آزادی اور اس کے اندر مناسب موقعوں کی آزادی نہ ہو۔

اس وقت زیادہ تر عورتوں ہیں نہ تو ساختگی کام کی آزادی کی خواہش ہے۔ نہ وہ اس آزادی کا استعمال ہی کرنا جانتی ہیں۔ یہ اس بات کا نشان ہے۔ کہ ہم تاحال زمانہ سابق کے سنگین اور ترقی کو روکنے والے اثرات سے کے زیر سایہ رہتے ہیں۔

عورت کے دماغی کام پر ایک دلچسپ مضمون میں (Sex and Society 1907)

ڈبلیو ٹامس لکھتا ہے:۔ امریکن عورت جو نسبتاً زیادہ آزادی کا حظ اٹھاتی ہیں علمیت کے اسی معراج پر پہنچ گئی ہے۔ جس پر مرد پہنچے ہوئے ہیں کئی عورتیں یونیورسٹی کی تعلیم اور امتحانوں میں سب سے اول رہتی ہیں۔ اُن کی حالت میں مشکل یہ ہے۔ کہ یا تو وہ شادی کی جدید رو میں بہ جاتی ہیں اور وہ رو اُن کو نگل جاتی ہے۔ یا وہ خود کو پورے معنوں میں مرد کی صحبت سے کسی ناقابل محسوس طریق سے خارج پاتی ہیں۔ اور ان کی قابلیت کے لئے کوئی بھی میدان کھلا نہیں ہے۔

وہ صاف دیکھتا ہے۔ کہ ہماری سوسائٹی کی ترقی میں یہ صرف عارضی حالت ہے۔ اور شادی شدہ عورتوں کی طاقتوں کی نشوونما کے لئے زیادہ وسیع موقع ملنے کی حمایت کرتا ہے۔

اگر عورت اپنی حسب پسند کام کرے۔ اور خاوند اس کام کے لئے فیاضانہ روش اختیار کرے۔ تو اس سے وہ دھبّہ دور ہو جاتا ہے۔ اور شادی اکثر کامیاب ثابت ہوتی ہے۔

عورت کی پوشیدہ طاقتوں کی قدرتی طور پر ترقی ہو جانے پر وہ مرد کی

نہ صرف آزاد اور پختہ ساتھی بلکہ ایک دلپسند دوست اور دماغی رفیق بھی بن جاتی ہے۔

جسمانی اور دماغی جستجو کے لئے اور گھر کے متبرک حلقے سے باہر تجربات کے لئے آزادی کی خواہش پہلے پہل شادی شدہ جوڑے ہیں نزدیکی اور کامل یگانگت کے معراج کے خلاف اور بالکل بے جوڑ معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ اختلاف بالکل بیرونی ہے۔ گو یہ ٹھیک ہے۔ کہ اکثر مصنف اس کا احساس نہیں کر سکے۔ اس لئے ترقی یافتہ فرقہ کی تقریروں اور تحریروں کے کچھ حصہ میں زیادہ آزادی کی ——— اپنی مرضی کے مطابق گھومتے پھرنے کی آزادی کی۔ ہاں ایسی آزادی کی پکار ہے۔ جس میں پھرنے والا اپنے مقررہ مرکز پر واپس نہیں آتا۔

برخلاف اس کے ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو زیادہ تر شادی کے ملاپ کی خوبصورتی کا احساس کرتے ہیں۔ اور شادی شدہ جوڑے پر یگانگت اور حد درجہ کی استقامت کے لئے زور دیتے ہیں۔ لیکن انہیں وسیع زندگی کے تجربات کو حاصل کرنے کا کچھ بھی خیال نہیں۔ وہ زندگی کے زرخیز بنانے والے بہاؤ پر بند باندھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس طرح جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ اُسے نہ جانتے ہوئے شادی کی خوبصورتی اور دولت کو کم کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

اس بات کا معلوم کرنا اس نسل کے نوجوانوں کا کام ہے۔ کہ ان کے دلوں میں پیدا ہونے والی خواہش ——— زندگی کے کامل

احساس کی خواہش اور زندگی بھر کے ساتھی کے ساتھ گہرے تعلق کی خواہش ــــــــ کی دو دھاریں ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ بلکہ دراصل اس مستقبل کی زیادہ مکمل خوبصورتی کے دونو ضروری حصے ہیں جو پہلے سے ہی اُن کی زندگیوں میں ظاہر ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔

ایلن کی (Love + Marriage) شادی شدہ عورت کی زندگی کے وسعت پذیر ہونے سے ڈرتی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح لکھتی ہے۔ گویا اعلےٰ قسم کے پیشہ ورانہ اور دماغی کام کرنے کی خواہش ضرور ہی شادی شدہ عورت میں ماں بننے کی قابلیت کو دبا کر اُسے بانجھ بنا دے گی۔

وہ زیادہ شمالی علاقہ کے لوگوں یعنی سیکنڈی نیویا کے رہنے والوں کے متعلق لکھتی ہے۔ اور ممکن ہے۔ یہ بات اس کے اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ٹھیک ہو۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ لیکن یہ بات ضروری اور عالمگیر طور پر ٹھیک نہیں۔ میں انگریز مستورات ــ آجکل کی انگریز مستورات کے متعلق لکھ رہی ہوں۔ گو ہم میں بھی اس نمونہ کی پست قد اور بانجھ بنی ہوئی عورتیں موجود ہیں۔ تاہم ہماری سوسائٹی میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اور دن بدن اور بھی کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہماری بہترین عورتوں میں سے بہت سی شادی کر کے ماں بن جاتی ہیں یا اُس شادی کی خواہشمند ہیں جو شادی کے ڈھونگ سے زیادہ خوبصورت ہے۔

شریمتی سٹٹسن (Women + Economics) نامی کتاب میں لکھتی ہے

"ماں پن کے مقدم جسمانی کاموں میں انسان کی مادہ یہ نہیں دکھا سکتی۔ کہ ان کاموں کے لئے اس کی مفروضہ ماہریت نے اُسے ان کاموں کو زیادہ خوبی سے کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ بلکہ اصلیت اس کے خلاف ہے۔ انسان کے قدرتی کام دھندوں میں انسانی ماں جتنی زیادہ آزادی سے ملتی ہے۔ جیسا کہ ہم جنگلی عورت۔ کسان عورت اور مزدور عورت کی حالت میں ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ جسے اپنی طاقت سے باہر کام نہیں کرنا پڑتا۔ اتنا ہی زیادہ حقیقی طور پر وہ ان کاموں کو پورا کرتی ہے۔

عورت کو جتنا زیادہ صرف مجامعت سے تعلق رکھنے والے کاموں کے لئے ہی الگ رکھا جاتا ہے۔ اور اسے تمام اقتصادی کاموں سے الگ کر کے صرف مجامعت کے متعلقہ کاموں کے ذریعہ ہی روزی پیدا کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اس کا ماں پن اتنا ہی زیادہ پیتھولوجیکل ہو جاتا ہے۔ مرد پر اس کا مالی انحصار ہونے سے اس کی خواہش شہوانی بہت بڑھتی ہے۔ اور اس کا اس کے ضروری فرائض پر ناموافق اثر پڑتا ہے۔ وہ اتنی مئونث ہو جاتی ہے۔ کہ ماں نہیں بن سکتی!"

میرا یقین ہے۔ کہ ہماری اکثر نوجوان عورتوں میں پوری اور مکمل محبت کی پوشیدہ طاقت موجود ہے۔ اس طرح اکثر نوجوانوں میں بھی ہے۔ بہترین قسم کے نوجوان آج کل کثرت ازدواج سے اکتائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ اور دوستوں کی زندگیوں میں کثرت ازدواج کی اس قابل نفرت اور پوشیدہ رسم کی بہت کچھ تھکاوٹ دیکھی ہے۔ جو خود کو ہمارے مجلسی رواج

کی مفروضہ واحد شادی کی حفاظت کرنے والے لبادے کے نیچے چھپائی اور
قوم کو تباہ کرتی ہے۔

لیکن اس وقت انگلینڈ میں جو صورت حالات ہے۔ اس کی نگاہ سے
جو نوجوان شادی کرتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی زیادہ پریم کیوں نہ کرتا ہو۔ عموماً
اتنا اندھیرے میں ہوتا ہے (جیسا کہ پہلے باب میں دکھلایا جا چکا ہے) کہ
وہ اپنی عورت کی کامل طور پر تسلی نہیں کرتا۔ تب وقت پا کر جلدی یا دیر
ناامیدیوں کا حملہ ہوتا ہے۔ جس کا آخری نتیجہ نئی اولوالعزمی یعنی دوسری
شادی کی خواہش ہوتا ہے۔

ایک نوجوان خاوند نے مجھے کہا۔ "بیوی کو جب مجامعت میں حظ نہ آتا
ہو۔ تو کوئی بھی اچھا خاوند اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کر سکتا۔" اس لئے
اُسے "دوسری جگہ جانے" کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اور لوگ ہمیں کثرتِ
ازدواج کا حامی کہتے ہیں۔ ہم کثرت ازدواج کے حق میں نہیں لیکن شادی
بھاری ناکامیابی ہے"۔ یہی اس کا فتویٰ تھا۔

نہیں وہ کثرت ازدواج کے حامی نہیں۔ وہ موجودہ اور مستقبل زمانہ
کے بہت اچھے نوجوان ہیں۔ زیادہ تر مرد تہ دل سے کثرت الازدواج کے حق
میں نہیں۔ خواہ بیرونی تمام نشانات انہیں اس کے حق میں ثابت کرتے
ہوں۔ خواہ یہ بھی ٹھیک ہو۔ کہ ان میں بہت تھوڑے ہیں۔ جنہوں نے ایک
عورت پر قناعت کی ہو۔ لیکن وہ شہوانی خواہش کے متعلقہ اصولوں۔ رومانتوں
اور علم مباشرت (کام شاستر) کی اس واقفیت سے ناواقف ہیں۔ یہ تو نسبتاً غیر

ب اقوام کو ورثہ میں ملی ہے۔ اور اس طرح انہوں نے اسی چیز کو روند اور کچل ڈالا ہے۔ جس کی نشوونما کے لئے ان کے دل ترس رہے ہیں۔

اس لئے مرد پوشیدہ طور پر (کیونکہ ایسی شادی ہیں جو کم از کم ظاہراً راحت بخش معلوم ہوتی ہے۔ مرد بہت کم کھلم کھلا طور پر) دوسری قسم کی صحبت کی خواہش کرنے لگتا ہے۔ اور وہ "دوسری جگہ چلا جاتا ہے"۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ جو کچھ وہ کامل شادی سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُسے حاصل کرنے کے لئے بلکہ اس کے حاصل کرنے کی اُمید سے نہیں جاتا۔ بلکہ اکثر نئے تجربے۔ رسیلا پن اور اس انوکھے احساس میں دوسرے کے ساتھ مل کر ایک ہو جانے کے خیال کی خواہش کو کسی حد تک پورا کرنے کے لئے جاتا ہے۔ جو خواہ حواس خمسہ کا ہی دھوکا ہو۔ اب بھی زندگی کی قیمتی اشیاء میں سے ایک ہے۔

ایک نیک بیوی کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے۔ بلکہ کئی حالتوں میں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ کون سی بات اس کے شوہر کو اُس سے دور ہٹا رہی ہے۔ اپنی قوتوں سے کام لینے میں عادت اور رواج سے محدود ہونے کے باعث وہ اپنی دلچسپی اور گفتگو کی طاقتوں کی تنگ ہوتی جانے والی وسعت سے بے خبر ہے۔ خانہ داری کی زندگی بے شمار ندیوں والے عظیم سمندر کی بجائے بند جوہڑ کی زندگی بن جاتی ہے۔ جو چیز محدود اور گھری ہوئی ہے۔ اس سے عقل انسانی ہمیشہ بھاگنا چاہتی ہے۔ شہروں میں مرد کے لئے تحقیقات کے موقعے بہت تھوڑے ہیں۔ اس لئے دوڑ کر نئے تجربات میں داخل ہونے کے لئے بازاری عورت کھلا دروازہ ہے۔

عورتوں کو عصمت فروشی سے اتنا حقیقی اور قدرتی خوف ہے۔ اور اس کے خلاف انہیں اتنا غصہ آتا ہے۔ کہ وہ مرد کے خیال کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتیں۔

بازاری عورت میں کبھی کبھی وہ بات ہوتی ہے۔ جو صرف جسمانی نہیں۔ اور جو اکثر عورت کے شوہر کے ساتھ تعلق میں نہیں پائی جاتی۔ وہ ہے۔ راحت میں باہمی سرور اور دلکش ہونا بازاری عورت بھی عموماً شہوت کی ان اکساہٹوں کی باریکیوں اور خصوصیتوں کو جانتی ہے۔ جن سے نہ صرف جسمانی راحت ہی بڑھتی ہے۔ بلکہ قدرتی فعل مجامعت کو زیادہ تکمیل حاصل ہوتی ہے۔ جس سے اس کا صحت پر بہت موافق اثر پڑتا ہے۔ بیوی کو (جیسا کہ اکثر عورتیں ہیں) اپنے شوہر کی مجامعت کا عاجز اور مفعول ذریعہ بن کر ہی مطمئن نہ ہو جانا چاہیئے۔ اُسے فاعلی حصہ لینا چاہیئے۔ جب تک دونوں حصہ نہ لیں گے فعل مجامعت ٹھیک طور پر کامل نہیں ہو سکتا۔

اگر اچھی بیویاں اس بات کو سمجھیں۔ تو وہ مرد کو رنڈی بازی کی مجلسی بیماری سے بچانے میں بخوبی تمام کامیاب ہو سکتی ہیں۔ نہیں تو عصمت فروشی کے پیشہ پر اظہار نفرت کرنے اور ان کے پاس جانے والے اشخاص سے لڑنے جھگڑنے سے کچھ نہیں بن سکتا۔

برائی کا دائرہ کہاں سے شروع ہوا۔ اس کی تلاش شاید ناممکن ہے لیکن اس دائرہ میں سے نکلنے کے لئے پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے۔ کہ انسان اس امر کو محسوس کرے۔ کہ میں اس کے اندر ہوں۔ اور کم از کم ان چیزوں میں

سے بعض کو جان لے۔ جس سے یہ مرکب ہے۔

مرد کچھ تو جھوٹی شرم اور کچھ شادی شدہ زندگی میں عورت کے حقوق کو نظر انداز کرنے اور اپنے ہی خیال کو قانون خانہ داری سمجھنے کے رواج کی وجہ سے پاکدامن عورت میں جسمانی محبت کے اکسانے کے فن کو بہت حد تک کھو بیٹھا ہے۔ اس لئے وہ اُسے اس کشش سے محروم کر دیتا ہے۔ جس کے نہ ہونے سے مرد بعد میں دستِ تاسف ملتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف رسیلے پن اور خوبصورتی کے بلکہ کسی ایسی اعلیٰ درجہ کی چیز کے بھی عدم وجود کا احساس کرتا ہے۔ جو کامل وصال کے نتیجہ کے طور پر پُر اسرار طریق سے دی جاتی ہے۔ وہ خود مذکورہ بالا فن سے بے بہرہ ہوتا ہے۔ مگر عورت میں "سرد مہری" کی شکایت کرتا ہے۔ پھر اُن چیزوں کی تلاش دیگر جگہوں میں کرتا ہے جو عورت اسے دے سکتی تھی بشرطیکہ وہ لینا جانتا۔ تب مندر کو ناپاک ہوُا دیکھ کر وہ روحانی غصہ سے بھر جاتی ہے۔ اگرچہ جو کچھ ہوُا ہے۔ اس کے اصل موجب کا اس کو بھی اتنا ہی کم علم ہوتا ہے۔ جتنا کہ اس کے خاوند کو۔

رشتۂ شادی میں بنیادی نقص سے پیدا ہونے والے اثرات کئی قسم کے اور بہت دور رس ہیں۔ وہ نہ صرف اس ملک میں بلکہ بلا قید زمان و مکان سوسائٹی کی ساری بناوٹ پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔

بیوی کی قوت کشش کو مدھم کر دینے والی ایک اور بھی وجہ ہے۔ اور وہ ہے از روئے قانون اس کا ادنےٰ درجہ جیسا کہ مِس فینا ٹار لکھتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک قابلِ افسوس امر ہے۔ کہ "موجودہ حالات میں رشتہ

عورت کو کئی ایسی آزادیاں میسر ہیں۔ جو شادی شدہ بیویوں کو نہیں"

ماضی اور اس کی تاریخ کا اکثر لوگ مطالعہ کر چکے ہیں۔ اس لئے ہم اُسے چھوڑ سکتے ہیں۔ نوجوانوں شادی شدہ لوگوں کی موجودہ نسل کے ساتھ جس کا تعلق ہے۔ وہ حال اور مستقبل کا زمانہ ہے۔ مستقبل پر اُمید ہے ہم پہلے ہی دیکھتے ہیں۔ کہ سوسائٹی کو بنانے والے عناصر میں نئے رشتے پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

شریف سوسائٹی میں پریم کا راج ہو گا۔ شوہر اور بیوی کا پریم ہمیشہ سب سے اعلیٰ تجربہ زندگی بنا رہے گا۔ لیکن بگڑا ہوا تجربہ نہیں ہو گا۔

دوستوں اور بچوں کی ساتھیوں اور اکٹھے کام کرنے والوں کی محبت شوہر اور بیوی کی ہر ایک طاقت کو صرف منکشف کرنے کا کام دے گی اپنی ذاتی جسامت کی عظمت کو ملا کر وہ دونوں ایک ایسی چیز حاصل کر سکتے ہیں۔ جو اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک کمزور اور پست قد ہوتا۔ تو کبھی بھی نہ ملتی۔

انسانی سوسائٹی کے انکشاف کا سارا جھکاؤ اس کے تمام اعضاء کو ایک دوسرے سے زیادہ ملانے کی طرف رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس وقت یہ کہنا عموماً ممکن ہے۔ کہ سوسائٹی کی عملی زندگی اس کو بنانے والی تمام شخصیتوں سے اونچی سطح پر ہے۔ اور دراصل سوسائٹی ایک اعلیٰ ہستی ہے۔ اپنی انفرادی زندگیوں ہی نہیں۔ بلکہ انسانوں کی مجلس کے ذریعہ ہی ہم اس کرۂ زمین پر آخری پائداری کو حاصل کرتے ہیں۔

سوسائٹی کے ساتھ ہمارا کیا رشتہ ہے؟ اس کو ٹھیک سمجھ لینے پر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص کی صحت۔ آرام اور بہتر طاقتوں کا نہ صرف اس کی اپنی زندگی کے ساتھ تعلق ہے۔ بلکہ ان کا اثر اس سارے نظام سوسائٹی پر پڑتا ہے۔ جس کا وہ ایک جزو ہے۔

مکمل شادی کی راحت ذاتی زندگی کی قوّت کو بڑھا دیتی ہے۔ اس سے انسان نہ صرف بچوں میں سوسائٹی کے زندگی بخش خون کو بڑھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ بلکہ شادی سے انسان اپنے خاص کام کے لئے زیادہ موزوں اور کامل آلہ بھی بن جاتا ہے۔ اس کام کے نتیجہ میں سوسائٹی اجتماعی طور پر حصہ لیتی ہے۔ وہ ان کو ملانے اور سنوارنے کا بھی کام کرتی ہے۔

شادی حتی الامکان نہائت ہی مکمل اور اس لئے راحت بخش ہونی چاہیئے۔ کہ جو طاقتیں تمام سوسائٹی کے مفاد کے لئے آزاد ہونا چاہیں وہ جہالت۔ تنگ حد بندی اور ادنٰے معراجوں سے پیدا ہوئی بے سود خواہش اور یاس میں ضائع نہ ہو جائیں۔

سُکھی میاں بیوی صفحۂ دنیا پر عظیم اور خوبصورت روشنی کی طرح ہونے چاہئیں۔ یہ روشنی چھپی ہوئی نہیں۔ بلکہ ایسی ہو جس کی کرنیں اپنے اردگرد کے تمام لوگوں کی زندگیوں میں چمک پیدا کر دیں۔

گیارہواں باب

شاندار انکشاف

گیان اور گیان راشی کو ادھکا دھک بڑھ جانے دو
پر نہیں اڑنے اور انادر بُدھی پاس پہنچ آنے دو

ٹینی سن اور منی رام گپت

ہم اس دنیا میں ایسے متحیّر کن اعمال اور نتائج سے گھرے ہوئے ہیں۔ کہ اگر وہ ہر لحظہ ہمارے گرد و پیش نہ ہو رہے ہوتے۔ تو انہیں ناممکن قیاسات سمجھ کر رد کر دیا جاتا۔

وہ انسان بڑا ہی خشکی اور جذبۂ حیرت سے خالی ہوگا۔ جس کو پہلے پہل یہ معلوم کر کے تعجب نہیں ہوتا۔ کہ جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں۔ باوجودیکہ ظاہراً وہ ایک اکیلا عنصر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دراصل دو خاص اور کئی دوسری گیسوں کا مرکب ہے۔ یہ دونوں گیسیں آپس میں اس طرح ملی ہوئی ہیں۔ جس طرح شراب اور پانی مل جاتے ہیں۔ ہر ایک گیس بجائے خود

ایک بے رنگ ہوا ہے۔ اور دیکھنے میں دونوں کی اُس آمیزش کی مانند ہے جسے ہم کرۂ ہوائی کہتے ہیں۔

پانی کی بناوٹ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ یہ صرف دو گیسوں کا مرکب ہے جس میں سے ایک تو اُس ہوا کا جزو ہے۔ جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ دوسری بھی ویسی ہی نظر نہ آنے والی اور بے بُو لیکن اس کی نسبت بہت ہلکی ہے۔ ان دونوں نظر نہ آنے والی گیسوں کو جب ان کی خاصیت کے مطابق ٹھیک متناسب میں ملایا جاتا ہے۔ تو وہ ایک دوسرے میں مل جاتی ہیں۔ اور اب وہ ایتھر کی شکل اور نظر نہ آنے والی نہیں رہتیں بلکہ ایک نئی چیز ——— پانی ——— کی شکل میں نیچے بیٹھ جاتی ہیں۔

گرجتی ہوئی سمندر کی پُرزور لہریں۔ جہازوں کو اپنے سینہ پر اٹھانے والے بڑے بڑے دریاؤں کے چمکتے ہوئے بہاؤ۔ دو نظر نہ آنے والی گیسوں کے نظر آنے والے مرکب ہی تو ہیں۔ اور یہ شادی کی محبت کے نہایت پیچیدہ اور حیرت انگیز نتائج کی ایک مثال ہے۔

محبت کے مادی پہلو کے ایک عجیب راز کا ذکر کرتے ہوئے ایلیس کہتا ہے:۔

تعلقات زناشوئی کی محبت کے تصور میں جو بات مردوں کو ہمیشہ حیران کرتی رہی ہے۔ وہ ہے اس کے موجب کی ظاہری ناقابلیت اس رطوبتی جھلی کے جو کہ ایسی محبت کی آخری حد ہے۔ قدرتی طور پر گھرے ہوئے طبقوں اور دنیا بھر کو آغوش میں لینے والے ولولوں کے سمندر کے درمیان جس

کا یہ دروازہ معلوم ہوتی ہے۔ عظیم اختلاف۔ ریمی دی گارنٹ لکھتا ہے:۔
لعاب دار جھلیاں کسی ناقابل بیان راز کے ذریعہ اپنی تاریک تہوں میں لا محدود
کیمیائی تمام خزانوں کو بند رکھتی ہیں۔ یہ ایسا راز ہے۔ جس کے سامنے اہل
خیال اور اہل فن دونوں شکست تسلیم کرتے ہیں۔

فزیالوجی کی نئی دریافتیں مجھے ایسی چابی معلوم ہوتی ہیں۔ جو راز کی کوٹھڑی کے تالے کو کھول کر ہمیں سچائی کے مندر کے اندر لے جا سکتی ہیں۔ ہر ایک انفرادی جسم میں ہورمونس (رطوبت) ایک عضو سے نکل کر دوسرے عضو پر اثر انداز ہوتے۔ اور اس طرح اس شخصیت کے اعمال زندگی کے سارے نظام پر اثر ڈالتے ہیں۔

نظر آنے والی ریزش اور نہائت لطیف جوہر جو ہمبستری کے وقت عورت اور مرد کے درمیان گذرتے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کی زندگیوں پر اثر ڈالتے اور ایک دوسرے کے لئے درحقیقت ضروری ہیں میرے خیال میں عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ اور علمی اور پُر بہار معنوں میں وہ دونوں مل کر ایک اکائی اور ایک انفرادی ہستی ہیں۔ "وہ دو قالب اور ایک جان ہو جائیں گے۔" ان الفاظ میں علم الاجسامی اور روحانی سچائی ہے۔

محبت میں یہی نہیں۔ کہ نسبت (Affinity) کے بند عضوں کی خواہش ایک دوسرے شخص کے ساتھ مل جانے سے سیر ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس ملاپ سے ایک نئی اور لاثانی پیدائش ہوتی ہے۔

یہاں میرا مطلب اپنے والدین کے تعلق سے پیدا ہونے والے جسمانی بچہ سے نہیں۔ بلکہ عورت اور مرد کے پریم میں کامل ملاپ سے پیدا ہوئی غیر مادی ہستی سے ہے۔ ان کو اکٹھا رکھنے والی محبت کی زنجیروں سے جُڑ کر ایک ہو جانے پر وہ دونوں مل کر ایک ایسی نئی اور عجیب چیز بن جاتے ہیں۔ جو ان کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی حالت ہیں ان دونوں کے علم حساب کے مجموعہ سے علیحدہ اور نہائت زیادہ ہوتی ہے۔

اِس جدید پیدائش کی تکمیل کا اس قدر تھوڑی دفعہ احساس کیا گیا ہے کہ ہم ابھی اس کی پوری مخفی طاقتوں کا قیاس کرنے سے بھی بہت دُور ہیں لیکن ہمیں دھندلا سا نظر آتا ہے۔ کہ اس میں عظیم طاقتیں ضرور ہیں۔

محبت کی کشش سے اُبھارا جانے پر جوان مرد اور عورتیں اس بات کا بار بار اور ناپدید طور پر احساس کرتی ہیں۔ کہ ان کے سامنے عظیم اور خوبصُورت تجربہ ہے۔ انہیں ایسا محسوس ہونے لگتا ہے۔ گویا پیاری کے ساتھ یکجان ہو جانے سے ہر ایک قسم کی طاقتیں بڑھ جائیں گی۔ جو معمولی غیر شادی شدہ زندگی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں۔

مستقبل کی بات بتانے والے یہ خواب انفرادی طور پر ٹھیک نہیں۔ تو بحیثیت مجموعی تمام قوم کے متعلق تو ضرور ٹھیک ہیں۔ کیونکہ آج جوانی کے خوابوں میں مستقبل کی موجودگی کی جھلک ہے۔

عضوی ترقی کی ایک ہی صورت کو قبول کرنے کے ہم حال ہی میں اتنے عادی ہو گئے ہیں۔ کہ ہم جوانی میں اپنی قوم کی تاریخ کا صرف خلاصہ ہی دیکھنے

ہیں
کے مشہور جملہ نے اس بات پر ہماری توجہ مبذول کرنے میں مدد دی ہے۔ کہ بچے کیا ہمارے اور کیا حیوانوں کے۔ اپنی نشوونما میں کئی ایسی حالتوں میں سے گذرتے ہیں۔ جو ان حالتوں سے ملتی ہیں۔ جن میں سے ہو کر اپنی ترقی کے عمل میں قوم کی قوم ضرور گذری ہو گی۔

جہاں ایک طرف یہ ٹھیک ہے۔ وہاں دوسری طرف جوانی کی ایک دوسری خصوصیت بھی ہے۔ یہ مستقبل کی بات بتانے والی ہے۔

جوانی کے خواب جن کے ٹھیک ثابت ہونے کی ہر ایک نوجوان دل اپنی زندگی میں امید کرتا ہے۔ عموماً ٹھیک ثابت ہوئے بغیر ہی ضائع ہوتے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جوانی کی حیرت انگیز قوتوں کے پاس علم کا ضروری ذریعہ نہیں ہوتا۔ اس طرح کام کرنے کی جو مخفی قوتیں کرامات دکھلا سکتی تھیں۔ وہ کمزور ہو کر مرجاتی ہیں۔

جوں جوں انسانی سوسائٹی زیادہ ٹھیک راستہ پر چلنے لگے گی۔ نوجوانوں کو زندگی میں داخل ہونے پر تمام قوم کا علم اور تجربہ توں توں زیادہ ملتا رہیگا تب قومی معراج کے اس شاندار عروج کو جو نوجوانوں کی ہر ایک پاک نسل میں ظاہر ہوتا ہے۔ آخر کار اپنی ضروریات کے لئے علم کی کافی مقدار مل جائے گی۔ اور قوم کی مجتمع اور صاف شدہ عقل کا وہ اپنی حسب منشاء استعمال کر سکیں گے۔

تب جوان لڑکے لڑکیاں ان غلطیوں اور تکلیفوں اور نادانستہ طور پر اپنی تباہیوں سے بچے رہیں گے۔ جو آج کسی کو شاذ ہی اچھوتا چھوڑتی ہیں۔ خود اپنی

زندگی میں ہی گو نسبتاً یہ چھوٹی اور اس لئے تجربہ سے خالی ہے۔ میں نے انفرادی اور قائمقانہ طور پر جتنا دلی رنج دیکھا ہے۔ وہ علم کے ذریعہ روکا جا سکتا تھا۔ یہ بات مجھے ترغیب دیتی ہے۔ کہ میں اپنے تجربہ اور تحقیقاتوں کے مکمل ہونے اور اپنی زندگی اور اپنی زندگی بخش دلچسپی کے پھیکا پڑ جانے کی انتظار نہ کرکے اپنے خزانۂ علم کو فوراً دوسروں کے حوالہ کر دوں۔ جس سے قوم کو خود کو سمجھنے میں امداد ملے۔ اس لئے میں اس کتاب کو ختم کرتی ہوں۔ گو یہ نامکمل ہے تاہم اس میں ایسی ضروری باتیں مندرج ہیں۔ جن کا علم نوجوانوں کو ہونا چاہئے۔

زندگی کی تمام سرگرمیوں ——— تعمیر مکان۔ شکار وغیرہ ——— میں جہاں دماغی اور زبانی روایت آجاتی ہے۔ جیسا کہ نوع انسان کی حالت میں ہوتا ہے۔ عقل طبعی مرنے لگتی ہے۔ اس طرح ایک بلّی اپنے بچوں کا جتنا بندوبست کر سکتی ہے۔ انسان کی ماں۔ جب تک اسے سکھایا نہ جائے۔ اپنے بچے کا اس (بلّی) سے بہت کم بندوبست کر سکتی ہے۔ حالانکہ بلّی کے مقابلہ میں انسان کی ماں کا اپنے بچّے کی طرف بے انت فرض ہے۔ اور وہ اس پر بے حد اثر ڈالتی ہے۔

شادی کے متعلق بھی ایک ایسی ہی سچائی ہے۔ ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے کئی قسم کی مہذب رسوم کی پیروی کرنے سے ہمارے نوجوان نہ صرف بہت سے طبعی علم سے محروم ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس سے بے شمار جھوٹی اور بدنام کرنے والی روایات بھی پیدا ہو گئی ہیں۔

بچوں کی پرورش کے فن پر تو اکثر لوگ کتابیں لکھتے ہیں۔ لیکن شادی کے

فن پر لکھنے کے لئے بہت تھوڑوں کے پاس کوئی مضمون ہوتا ہے۔ اس کے متعلق صرف وہی لوگ کم وبیش لکھتے ہیں۔ جن کے پاس مشتہر کرنے کے لئے اکثر روحانی یا قدرتی قاعدے کا تباہ کرنے والا کوئی اصول ہوتا ہے۔

انسانوں میں یہاں تک کہ ایک قوم کے افراد میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے اس کا موجب یہ ہے۔ کہ جسے ہم تہذیب کہتے ہیں۔ اس میں بہت سی مصنوعی باتیں اور غیر قدرتی اکساہٹیں کام کر رہی ہیں۔ اس لئے شادی کے متعلق کسی بنیادی سچائی کا جاننا سخت مشکل ہو رہا ہے۔ تمام قسم کی شادیوں کا دقیق مطالعہ کرنا بہت بڑی یادگار کا کام ہے۔ جنہوں نے تھوڑا بھی مطالعہ کیا ہے۔ وہ بے ضابطگیوں کے گورکھ دھندے میں پھنس گئے ہیں۔ جس سے قدرتی تندرست اور زندہ دل افراد کی ضروریات کا تغافل ہوا ہے۔

اس لئے ہر ایک جوڑ دبار بار وہی غلطیاں کرتا ہے۔ جن سے وہ بچ سکتا تھا۔ اور وہ مشکلات کی اس بھول بھلیاں میں اندھے کی طرح ٹھوکریں کھاتا ہے۔ یہ مشکلات انسانوں کے لئے ناگزیر نہیں۔ بلکہ ان کا باعث ہماری موجودہ روایات کی بے وجہ وقوفی ہے۔

میں نے یہ کتاب ان لوگوں کے لئے لکھی ہے۔ جو طبعی اور صحت افزا طریق سے پوری امید کے ساتھ خانہ داری کی زندگی میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر وہ اس کتاب کی نصائح کو قبول کریں۔ تو وہ ان گڑھوں سے بچ سکتے ہیں۔ جن میں گر کر ہزارہا نے اپنے آرام کو تباہ کر لیا ہے۔ لیکن انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ اس سے انہیں شادی کی تکمیں بآسانی حاصل ہو جائیگی

دو افراد کی تنظیم میں بہتیری باریکیاں ہوتی ہیں۔

ہر ایک جوڑے کو چاہیئے۔کہ وہ نہائت نرم اور نہایت ملائم طریقے سے ایک دوسرے کی جانچ کریں۔اس سے انہیں ایک دوسرے کے دلوں کی پیچیدگیوں کو جاننے کا راستہ معلوم ہو جائے گا۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔کہ دنیا کا سارا علم اور نیک نیت بھی رکھتے ہوئے شادی شدہ جوڑا دیکھتا ہے۔کہ وہ اپنی زندگیوں کو ایک دوسرے میں محو نہیں کر سکتے۔اس بڑی بات کے متعلق مجھے اس جگہ کچھ کہنا نہیں ہے لیکن رنج موجودہ حالت کی نسبت بہت گھٹ جائے۔اگر علم کی لطافت کا استعمال شادی کے شروع سے ہی باہمی موافقت کے مسئلہ پر کیا جائے۔

ہمارے اندر کی تمام نہایت گہری اور نہائت اونچی قابلیتیں ہمیں مجلسی معراج کے طور پر تمام زندگی کے لئے صرف ایک بیوی کرنے کی نہائت اعلےٰ اور پُر لطف صورت کے ارتقا کی ترغیب دیتی ہیں۔

سمجھ دار اور نرم دل لوگ اچھی طرح سمجھ آ جانے پر ان شخصوں کو من چین دینے کی کوشش کریں گے جو اس پُر لطف مادی ارتقا سے محروم ہیں۔ لیکن اصلاح کرنے والوں کو فروعی باتوں کے لئے اپنے جوش میں قوم کی اصل ترقی کو بھول نہ جانا چاہیئے۔نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے دلوں میں پریم کے خوبصورت جذبہ کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیئے۔

اس پریم کو کس طرح بڑھانا چاہیئے۔اس کا علم حاصل کرنے کی انہیں اجازت ہونی چاہیئے۔تاکہ "آزادی" کے شور سے وہ اُسے ضائع نہ کر ڈالیں۔

وہی اُدھیڑ عمر کے لوگ خانہ داری کے مادی پہلو اور اس کی ٹھوس سطح کو روزانہ تجربہ کی ٹھنڈی روشنی میں دیکھیں گے۔ لیکن نوجوان اسکے خوابوں کی چمک سے منور ہوئے۔ اس بات سے بے خبر ہیں۔ کہ اعلیٰ اور خوبصورت عکس مادی صداقت کی ٹھوس سچائیوں کے سامنے اچانک لینے سے کس طرح فنا ہو جاتے ہیں۔

مادی باتوں کا بڑے تصوروں کے ذریعہ بدل ڈالنا کسی حد تک انسانی سوسائٹی یہاں تک کہ آج کل کی ادھوری انسانی سوسائٹی کے اختیار میں ہے۔

جب علم اور محبت دونوں مل کر ہر ایک شادی کو بنائینگے۔ تو اُس نئی اکائی کا۔ یعنی اُس جوڑے کا سرور اس کے جسموں کی مادی بنیادوں سے آسمان میں پہنچیگا اور وہاں اس کے سر پر تاروں کا تاج رکھا جائے گا۔

نوٹ نمبر ۱

جن مستورات (اور مادہ حیوانات) کے ساتھ مجامعت نہیں کی جاتی انہیں رنج ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی موت بھی واقع ہوجاتی ہے*۔ دیکھو کوارٹرلی جرنل مائی کراسکوپیکل سوسائٹی جلد ۴۸ سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۲۳ میں مارشل کا مضمون۔ برٹش میڈیکل جرنل اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء میں پارسنز کا مضمون۔

نوٹ نمبر ۲

اکثر لوگ (یہاں تک کہ امراض زنانہ کے معالج بھی) ایک بھاری غلطی کیا کرتے ہیں۔ وہ حیض کو خواہش مباشرت کے وقت کے ساتھ جیسے حیوانات

---

*۔ ہماری علم مباشرت کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ خواہش جماع کے پورا نہ ہونے سے پہلے بے خوابی پھر پاگل پن اور بعد ازاں کئی حالتوں میں موت بھی ہوجاتی ہے۔ مترجم

میں گرم ہونے' کا وقت کہتے ہیں۔ خلط ملط کر دیتے ہیں۔ بڑی بڑی مسلمہ نئی تعلیمی کتابوں میں بھی گرمی اور حیض ایسے الفاظ بہت ملتے ہیں۔ اس طرح گرمی اور حیض کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ برخلاف اس کے قدیم کتابیں عورتوں کے حیض آور ہونے کے دنوں کو حیوانات میں خواہش شہوانی یا گرمی کے مشابہ سمجھتی ہیں۔ یہی غلطی حال میں رائل سوسائٹی اف میڈیسن کی کارروائی میں ہوئی ہے۔

بعض عالمان علم الاجسام نے بعض اعلےٰ طبقہ کے جانوروں میں اس مضمون کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اب سمجھے ہیں۔ کہ علم اجسام کی نگاہ سے خواہش شہوانی کا وقت اس حالت سے مختلف ہے۔ جس کو عورتوں میں حیض ظاہر کرتا ہے یہ بات بخوبی تسلیم شدہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ عورتوں میں بیضہ دانوں (اووریوں) کی اندرونی ریزش سے رج ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ظاہرا رحم کے انڈوں کا نکلنا نہیں۔ گو اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق ضرور ہوگا*

موجودہ سائنس نے جو کچھ حاصل کیا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے زیادہ تر حصّہ کا خلاصہ مارشل (دی فزیالوجی اف ری پروڈکشن صفحہ ۶۹) کے مندرجہ ذیل اقتباس دیا گیا ہے۔

"مارشل اور کئی دوسرے مصنفوں کے خیال کے مطابق عورت اکثر حیض

---

*۔ ان پیچیدہ حالات کا نہایت جدید بیان 'دی فزیالوجی اف ری پروڈکشن' نامی اعلےٰ درجہ کی تعلیمی کتاب میں ملتا ہے۔

آور ہونے کے بعد ایک ایسے وقت کا احساس کرتی ہے۔ جس میں وہ حاملہ ہونے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ اس وقت دوسرے اوقات کی نسبت اس میں خواہش شہوانی زیادہ ہوتی ہے۔ گو دو حیضوں کے درمیان کے وقفہ میں حمل ہو سکتا ہے تاہم یہ بات ممکن معلوم ہوتی ہے۔ کہ شروع میں عورتوں کے ایام ماہواری علیم الاجسام کے متعلقہ تبدیلیوں کو عمل میں لانے والے سلسلے کے بعد پیدا ہونے والی خواہش شہوانی کی بیداری کے خاص وقتوں میں ہی عورتوں کے ساتھ دوسرے دودھ پلانے والے جانوروں کی طرح جماع کیا جاتا تھا۔ اس بارے میں ہیپ یوں لکھتا ہے :۔

"عورت کے حاملہ ہونے کے لئے تیار ہونے کے اس خاص وقت سے اکثر انکار کر دیا جاتا ہے۔ اور اس میں ذرا شبہ نہیں۔ کہ زمانہ حال کی تہذیب اور موجود مجلسی زندگی جہاں جسم پر دوڑ دھوپ کا ناواجب بوجھ پڑتا ہو۔ فطرتی خواہش شہوانی کو بہت حد تک دبا دیتی یا کسی اور وقت میں اسے بھڑکا دیتی ہیں۔ جس کا نتیجہ بہت زیادہ طاقت ہوتا ہے۔ ان وجوہات سے جس مقررہ وقت پر عورت حاملہ ہونے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ اس میں رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ خواہش شہوانی پھر بھی صاف نظر آتی ہے"۔

عموماً تمام جنگلی جانوروں میں شہوت کی تحریک کا ایک مقررہ وقت ہوتا ہے۔ یہ عموماً سال کے ٹھیک ایسے موقعہ پر ہوتا ہے۔ جو قرار حمل کے موافق ہو جس سے بچے ایسے موسم میں پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ ان کی نشوونما کا نہایت اعلےٰ موقعہ ہوتا ہے۔ جانوروں میں خواہش شہوانی کا یعنی مادہ کے بیضیوں کے نکلنے

کا وقت اور بچے کی پیدائش کا وقت سب ایک دوسرے سے ایک رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں۔ نر مادہ کے پاس اُس وقت جانے پاتا ہے۔ جب مادہ میں فطرتی خواہش ہوتی ہے۔ انسانوں میں اگر کوئی ایسی قوم ہے۔ جس کا مقابلہ اس نگاہ سے جانوروں کے ساتھ کیا جا سکے۔ تو وہ اسکیمو قوم ہے۔ اس قوم میں عورت اور مرد لگاتار کئی مہینوں تک ہمبستری نہیں کرتے۔

ایک اھم بات

ڈاکٹر الائس سٹاک ہم کی کتاب (جواب نہیں ملتی) میں بیان کردہ۔ خود ضبطی کی خاص صورت کا لُب لباب

ڈاکٹر سٹاک ہم کی کتاب اس وقت نہیں ملتی۔ اس لئے اس کے مضمون کا تھوڑا سا خلاصہ دیا جاتا ہے۔ وہ اور بعض دوسرے سنجیدہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ برہمچریہ یا مرد کا اپنے آپ پر قابو حمل کے روکنے کا سب سے اچھا ذریعہ ہے۔ وہ مرد سے اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ اپنے انزال کو قابو میں رکھے۔ اس میں خیال یہ ہے۔ کہ دونوں میں خواہش شہوانی کی تحریک اور ملاپ ہونے کے بعد کوشش وغیرہ سے تحریک کو بڑھانے کی بجائے روحانی اور جسمانی شانتی (سکون) کو کامل طور پر حاصل کرنے کی کوشش ہونی چاہئیے۔ یہ بات تمام جسمانی حرکت کو بند کر کے خیال کو محبوبہ کے روحانی پہلو پر مرکوز کر دینے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ میری رائے میں ایک عام مضبوط اور بہت خیالی پلاؤ نہ پکانے والا انگریز اس قسم کے ملاپ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن زیادہ صریح الحس اور رنگیلی

طبیعت والے اور وہ لوگ جن میں قوتِ زندگی بہت زیادہ نہیں بلاشبہ ایسا کر سکتے ہیں۔ میں نے بہت سی عورتوں سے سنا ہے۔ کہ انہوں نے اور ان کے خاوندوں نے اس طریق کا استعمال کیا ہے۔ اس کا نہ صرف ان کے رگ و ریشہ پر ہی تسکین بخش اثر پڑا ہے۔ بلکہ اس نے ان کے جذبات کو بھی ملائم بنا دیا ہے۔ بعض مرد تو اس طریق کا اتنا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ کہ وہ تمام موقعوں پر انزال کو روک لیتے ہیں۔ لیکن بعض اس کا استعمال انزال ہونے کے موقعوں کے درمیان کے وقت کی طوالت کو بڑھانے کے لئے ہی کرتے ہیں* جو لوگ مرد سے ایسی خود ضبطی چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ مرد خواہش اور سوچ کے ذریعہ اُس جوابی عمل کو روک سکتا ہے۔ جو عموماً جسمانی اور قریباً خود بخود ہو جانے والا سمجھا جاتا ہے۔ تمام سوسائٹیاں ایسا قابو کامیابی سے پا چکی ہیں۔ اور اس سے ان کی صحت کو بھی نقصان نہیں پہنچا۔ لیکن انگریزوں میں مجھے ایسا کرنے والے مرد دو چار سے زیادہ نہیں ملے۔ کئی مذہبی آدمی اور کئی فرقے اسے اعلےٰ قسم کی خود ضبطی (آتم سینم) سمجھتے ہیں۔

*۔ جماع کے وقت کی طوالت کو بڑھانے کے لئے ہمارے کام شاستر کے گرنتھوں میں بھی کئی طریق بیان کئے گئے ہیں۔ دیکھو "رتی وگیان" جو ساہتیہ سدن لاہور سے شائع ہوگا۔ ۔مترجم